اپریل
مئی
۲۰۲۶



JAMIA ASHRAFUL ULOOM RASHEEDI, GANGOH

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کا دینی، علمی، ادبی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

صدائے حق گنگوہ

بیادگار: شریف الامت حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ

ماہنامہ صدائے حق گنگوہ

جلد: ۸
شمارہ: ۵/۴

شوال، ذیقعدہ ۱۴۴۷ھ
اپریل، مئی ۲۰۲۶ء

زر تعاون

فی شمارہ ۲۵/روپے	بیرون ملک .... ۱۵/امریکی ڈالر
سالانہ ۲۵۰/روپے	سارک ممالک ۲۰۰۰/روپے
	لائف ممبر ۵۰۰۰/روپے

خط و کتابت و ترسیل و زر کا پتہ

ماہنامہ صدائے حق جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور (یو، پی) انڈیا

MONTHLY SADA-E-HAQ GANGOH
JAMIA ASHRAFUL ULOOM RASHEEDI, GANGOH
Distt, Saharanpur (U.P.) India, Pin 247341
E-mail: sadaehaque313@gmail.com

آئینۂ مضامین

پرنٹر وپبلشر مدیر (مولانا) خالد سیف اللہ (صاحب) نے ایم، ایس، سبھاش پریس 4/2731 چوک نواب گنج نزد کمپنی گارڈن سہارنپور سے طبع کرا کر دفتر ''صدائے حق''، جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ سے شائع کیا۔ (کمپیوٹر کمپوزنگ) محمد دلشاد رشیدی موبائل: 9358199948

اداریہ

طلبۂ مدارس سے……

محمد ساجد کھجناوری

شوال المکرّم کا مہینہ دینی مدارس میں طالبان علوم نبوت کے داخلوں کی ہماہمی کا ہوتا ہے جس طرف اور جہاں دیکھئے تمام چھوٹے بڑے مدارس اپنے اپنے معیار تعلیم حسن انتظام اور مقبولیت ومحبوبیت کے لحاظ سے طلبہ کی تعلیمی وتربیتی آماجگاہ قرار پاتے ہیں، ان قابل قدر اور تعمیری اداروں کے ارباب بست وکشاد اور ان کے معاونین ومحسنین لائق صد شکر وامتنان ہیں کہ جو ہر قسم کے صلہ وستائش سے بے نیاز ہوکر امت کے جگر گوشوں کی عمدہ تعلیم وتربیت اور ان کے روشن مستقبل کی زلفیں سنوارنے کا بار گراں اپنے دوش ناتواں پر اٹھاتے ہیں ان کی سیرت وکردار علمی دینی اخلاقی روحانی الغرض بہرنوع انہیں پاکیزہ اوصاف سے آراستہ کرنے اور لوگوں کیلئے اسوۂ عمل بنانے کی فکر دامن گیر ہوتی ہے، اس میں شک نہیں کہ الحمدللہ یہ مدارس اپنے مقاصد حسنہ یعنی حفاظت دین وشریعت میں سوفیصد کامیاب ہیں اور دنیا میں خیر وامن، سلامتی، انسانیت وآدمیت پھیلانے کا سب سے مؤثر ذریعہ دین کے یہی آہنی قلعے ہیں انہیں کے بطن سے دین وملت کے ایسے فرزانے تیار ہوئے جن کی روشن خدمات آب زلال سے مرقوم ہیں۔

لیکن یہ حقیقت بھی بلاریب ہے کہ ان کے ماضی اور حال میں زمین وآسمان کا فرق آگیا ہے ایک وقت تھا کہ جب ان درسگاہوں سے اپنے اپنے زمانہ کے شبلی وجنید تیار ہوتے تھے جن کی صلاحیتیں اتنی ٹھوس اور پختہ ہوتی تھیں کہ یہی حضرات جب مسند حدیث پر آتے تو عسقلانیؒ اور قسطلانیؒ کی یادیں تازہ کردیتے تھے، علم وعمل کے حسین سنگم نے انہیں جامع الجہات بنادیا تھا:

کفر ناچا جن کے آگے بارہا تگنی کا ناچ | جس طرح جلتے توے پہ ناچ کرتا ہے سپند
ان میں قاسم ہوں کہ انورشاہ کہ محمود حسن | سب کے دل تھے دردمند اور سب کی فطرت ارجمند

مگر افسوس کہ راہِ علم کے مسافر اب جانے کہاں رخصت ہوگئے، دنیا کی آرائش وزیبائش اور لایعنی مشاغل کی بہتات خدا معلوم اب وادیٔ علم کے نو وارد سیاحوں کی کیا گت بنائے گی، زمانہ کے مدوجزر اور

حالات کی ستم ظریفی کیا کم تھی اس پر مستزاد آلاتِ لہوولعب کی کثرت اور تضیع اوقات کے محبوب مشغلہ نے طلبہ کے حقیقی مقاصد کو ان کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر سال ان اداروں کی چہار دیواری سے ہزاروں فضلا فارغ ہو کر نکلتے ہیں لیکن صلاحیت وصالحیت سے ان کا کوئی میل نہیں ہوتا، حالانکہ یہیں کے نظام ونصابِ تعلیم سے قریب کے زمانہ میں قاسم ورشید، محمود، یحییٰ، خلیل، مدنی، تھانوی، کشمیری اور عثمانی جیسے اساطین نے گلشن علم وادب کو آباد کیا، چنانچہ آج مدارس وجامعات کی ریل پیل ہے لیکن اچھے مدرسین معتمد مفتیانِ کرام تلاش بسیار کے باوجود دستیاب نہیں۔

آخر کیا وجہ ہے کہ عہد جدید کی تمام تر سہولیات فراہم ہونے کے باوجود تعلیمی انحطاط تمام حدوں کو پار کر چکا ہے ہر خاص وعام کی زباں پر یہی حرف شکایت ہے کہ کام کا آدمی نہیں مل رہا، دراصل منجملہ دیگر اسباب کے طلبہ کی بدذوقی، مطالعہ ومذاکرہ سے راہِ فرار، تضیع اوقات اور حسن طلب کا جذبہ مفقود ہونے کے ساتھ ساتھ والدین ومنتظمین اور اساتذۂ کرام کا ممنون نہ ہونا بھی ہے اسی لئے بعض طلبہ کو ناقدری کے یہ جملے بھی استعمال کرتے ہوئے سنا گیا کہ ہم نے مدرسہ میں رہ کر زندگی خراب کر لی ورنہ میں تو اتنا ذہین تھا کہ اگر کسی عصری دانش گاہ میں تعلیم حاصل کرتا تو آج بہت بڑا ڈاکٹر، انجینئر یا وکیل ہوتا، ظاہر ہے کہ ناشکری کے یہ کلمات نعمت الٰہی کے حصول کے بالکل منافی ہیں لئن شکرتم لازیدنکم کا تقاضہ یہ تھا کہ علم دین کی تحصیل پر سجدۂ شکر ادا کیا جاتا، بھلا اس کرۂ ارض پر طلبۂ دین سے بڑھ کر خوش نصیب اور کون ہوسکتا ہے کہ جن کے لئے فرشتے پر بچھاتے ہیں اور سمندروں کی مچھلیاں تک دعا گو رہتی ہیں، اسی لئے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ طلبہ سے فرمایا کرتے تھے کہ پیاروں! اپنی قدر پہچانو! اور حقیقی معنی میں طالب علم بننے کی کوشش کرو، چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی سابق مفتی اعظم پاکستان فرماتے ہیں کہ حقیقی طالب علم وہ ہے کہ جس کے دماغ میں ہر لمحہ اور ہر گھڑی کوئی نہ کوئی مسئلہ گردش کر رہا ہو، دسترخوان پر ہو، بستر پر ہو، سفر میں ہو یا حضر میں، جیسے کوئی تاجر یا دوکاندار کہ اسے ہر وقت اپنی دکان کو ترقی دینے کی فکر سوار رہتی ہے اسی طرح طالب علم کو بھی چوبیس گھنٹہ از دیادِ علم کی پیاس لگی رہے، چنانچہ یہی وجہ تھی کہ زمانہ میں وہی لوگ ممتاز رہے ہیں جنہوں نے یکسوئی اور محنت سے علم حاصل کیا اور ان کے سامنے وکن مستفیداً کل یوم زیادة کا اصول

رہا خود دنیا کے سب سے بڑے اور حقیقی معلم حضرت محمد ﷺ نے علم کی زیادتی طلب فرمائی ہے، حالانکہ آپ اولین وآخرین کے علوم کے بحر بے کنار تھے، کسی نے سچ کہا ہے:

بے کوشش و بے جہد ثمر کس کو ملا ہے بے غوطہ زنی گنج و گہر کس کو ملا ہے

جب ہم ماضی کی طرف لوٹتے ہیں اور سلف صالحین کے واقعات ملاحظہ کرتے ہیں تو رشک آتا ہے کہ علم کے یہ رسیا حضرات کس طرح فقدان وسائل کے باوجود آسمانِ علم کے شاہین وشہباز بن کر ابھرے، علم وتحقیق کے یہ فرہاد وقت جیسی انمول چیز کے صحیح استعمال کے ساتھ ساتھ خلوص نیت سے مثالی طالب علمانہ زندگی گذار کر علم وعمل کے آفتاب وماہتاب بنے جن کی ضوفشانی سے جہالت کے پر ہول سناٹے کافور ہو گئے، اسی لئے آج جب علم کے ان دیوانوں اور مستانوں کا ذکر جمیل آتا ہے تو عقیدت والفت کے ملے جلے جذبات مچلنے لگتے ہیں اور زبان یوں گویا ہوتی ہے:

یہ کون آیا کہ مدھم پڑ گئی لو شمع محفل کی پتنگوں کے عوض اڑنے لگی چنگاریاں دل کی

آیئے ذرا ان حضرات سے وہ راز ہائے سربستہ معلوم کریں کہ جو تشنگانِ علوم کی سیرابی کا بہترین ذریعہ اور ان کے لئے مشعل راہ ثابت ہوسکیں، چنانچہ وقت کی قدر وقیمت اور اس کے استعمال کے بارے میں علامہ ابن الجوزیؒ ارقام فرماتے ہیں ”وقت کو ضائع ہونے سے تب بچایا جاسکتا ہے جب دل میں اس کی اہمیت کا احساس ہو، انسان کو چاہئے کہ ایک نظام الاوقات بنائے اور اس میں کاموں کی ترتیب **الاھم فالاھم** کے اصول کے مطابق رکھے“۔

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحی فرماتے ہیں کہ ”وقت بڑی قدر کی چیز ہے بلکہ یوں سمجھئے کہ دین ودنیا کی دولت یہی وقت ہے جس نے وقت سے فائدہ اٹھایا اس کے دین کا بھی نفع ہوا اور دنیا کا بھی“۔

یہ بھی واضح رہے کہ علم کے حصول کی کوئی خاص مدت مقرر نہیں اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا **اطلبوا العلم من المهد الى اللحد** کہ علم حاصل کرو گود سے گور تک“۔

عبداللہ ابن مبارک سے پوچھا گیا کہ آپ کب تک علم حاصل کریں گے؟ فرمایا ”موت تک“۔

ابن شبیب کا قول ہے کہ ”طبیعت تربیت سے بنتی ہے اور علم تلاش سے بنتا ہے“۔

آج جا بجا مدارس اور تعلیم گاہوں کا جال پھیلا ہوا ہے لیکن علم کے حقیقی متلاشی ندارد ہیں ورنہ پہلے لوگ دور دراز کا سفر طے کر کے اساتذہ علم کی خدمت میں جایا کرتے تھے، حضرت امام بخاریؒ کے بارے

میں خطیب بغدادی لکھتے ہیں : امام بخاریؒ نے طلب علم میں تمام محدثین کے شہروں کا سفر کیا، خراسان اور اس کے پہاڑوں، عراق کے تمام بلاد نیز حجاز، شام اور مصر میں جا جا کر حدیثیں حاصل کیں۔

ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت کا بیڑا شروع زمانہ میں جن حضرات نے اٹھایا حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی ان میں نمایاں مقام رکھتے ہیں آپ کے بارے میں صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں ''شیخ عبدالحق نے سات سال کے عرصے میں تمام علوم سے فراغت حاصل کر لی تھی، دہلی کے جس مدرسہ میں وہ زیر تعلیم تھے وہ آپ کے گھر سے دو میل کی مسافت پر تھا، سردی، گرمی ہر موسم میں آپ صبح وشام وہاں جاتے''۔

طالب علم کیلئے پابندی اسباق اور انضباط اوقات بھی بے حد مفید ہے، نیز مداومت سے منزل آسان تر ہو جاتی ہے، زبان نبوت سے اس کی تائید وتوثیق ملتی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے **احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل** صاحب بذل المجہود حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے بارے میں مولانا عاشق الٰہی لکھتے ہیں، زمانے نے کروٹیں لیں گردش افلاک نے تغیرات ظاہر کئے موسم بدلے عمر کے اوقات نے بچپن جوانی کہولت اور بڑھاپے کی صورتیں پلٹیں سب کچھ ہوا مگر بر ہو یا بحر، حضر ہو یا سفر، ریل ہو یا جہاز، عُسر ہو یا یُسر، صحت ہو یا مرض کسی بھی حال میں آپ کے انضباط اوقات اور پابندیٔ معمولات میں تغیر نہ دیکھا اس استقامت پر ہزار ہزار حسی کرامات قربان کہ اسی کو اہل دل نے فوق الکرامہ لکھا ہے۔

امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے بارے ہے کہ بارہ سال کی عمر میں وہ فتویٰ دینے لگے تھے جبکہ نو سال کی عمر میں وہ نہ صرف فقہ ونحو کی عام کتابوں کا مطالعہ کر چکے تھے بلکہ ان کی مطولات کے مطالعہ سے بھی فارغ ہو گئے تھے۔

راقم نے صرف چند واقعات نقل کئے ہیں اور وہ بھی غیر مرتب ورنہ ان حضرات کی علمی زندگی کا ہر پہلو اتنا روشن ہے کہ ضبط تحریر میں لانا ممکن نہیں، سفینہ چاہیئے اس بحر بیکراں کیلئے

آج جبکہ طلبہ کی بے راہ روی، بدذوقی اور بے ہمتی کے چرچے عام ہیں اساتذہ ومشائخ اور صاحب نسبت افراد سے ان کا رشتہ مربوط نہیں ہے ضرورت ہے اسی بھولے ہوئے سبق کو یاد کرنے کی ان میں بلند ہمتی حوصلگی اور ذکر الٰہی کے صور پھونکنے کی تاکہ صلاحیت وصالحیت کے اوصاف باری تعالیٰ پیدا فرما دے اللہ رب العزت ہمیں بھی علم وعمل اور قوت قلم وبنان سے حظ وافر نصیب فرمائے آمین۔

☆☆☆

صدائے قرآن

کھانا کھلانے کی فضیلت

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب گنگوہی
شیخ الحدیث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

اللہ پاک نے فرمایا: وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ o مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْماً وَّاَسِیْراً oاِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْراًo۔

اور جو کھانا دیتے ہیں اس کی محبت کے باوجود مسکین اور یتیم کو اور قیدی کو اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں، نہ اس کا عوض چاہتے ہیں نہ شکریہ، اس آیت مبارکہ میں باری تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو طعام کی احتیاج اور ضرورت اور محبت کے باوجود مساکین غرباء، یتیم اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں، اور صاف بتادیتے ہیں کہ ہمارا مقصد نہ اس کا عوض ہے اور نہ شکریہ یا اور کچھ اکرام وتوقیر کروانا یا تم پر احسان رکھنا، بلکہ اللہ پاک کی مرضی حاصل کرنے کے لئے ہمارا یہ عمل ہے، ظاہر ہے کہ ایسے حضرات میں ایمان وتقویٰ اور فکر آخرت کی زبردست کیفیت ہوگی اور یہ کہ وہ رضائے باری عزاسمہ کے علاوہ اور کسی چیز کے طالب نہ ہوں گے، اور ایسے لوگوں کو تلاش کرتے ہیں کہ واقعی ضرورت مند مسکین فقیر محتاج اور یتیم ونادار اور قیدی یعنی انتہائی ضرورت مند لوگ جن سے بدلہ کا تصور نہیں ہوتا اور جہاں انسان کو بدلہ کا تصور ہو کہ اس کا اکرام واعزاز سے فائدہ ہوگا، اس کی توقیر وتعظیم سے پرافٹ حاصل ہوگا یا اور کسی قسم کا لالچ ذہن میں ہوگا، وہاں تو بہت زیادہ توجہ دے گا اور جہاں ایسا کوئی نفع ہونے کی توقع نہ ہوگی وہاں کچھ توجہ نہ دے گا، حالانکہ یہ مناسب نہیں ہے، عام دعوتوں میں مالداروں اور دنیوی حیثیت کے لوگوں کو بڑی ترجیح دی جاتی ہے، اور غریبوں کو نظر انداز کردیا جاتا ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ایسی دعوت کو بری دعوت سے تعبیر فرمایا کہ مالداروں کو بلایا جارہا ہے اور فقرا اور مساکین کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

یہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ اس عمل میں بھی اخلاص کے استحضار کی کس قدر ضرورت ہے، عام طور پر لوگوں کا ذہن اس طرف متوجہ نہیں ہوتا، یہ آیتِ مقدسہ اس پر صاف دلیل ہے کہ بغیر اخلاص کے کھانا کھلانا اور

دوسری رفاہی خدمات قبول نہیں ہوتی، اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم کسی رفاہی کام میں حصہ نہ لیں اور جو حصہ لے رہے ہوں ان کی نیتوں پر بلا دلیل قوی شک کریں کہ یہ بھی بالکل ناروا صورت ہے۔

عَلٰی حُبِّه کی ضمیر بعض حضرات نے اللہ کی طرف راجع کی ہے کہ یہ سب عمل صرف اور صرف اللہ پاک کی محبت میں ہونا چاہئے، یتامیٰ ومساکین اور غرباء کے کھانے پر دھیان نہ دینے کی وعیدیں قرآن پاک میں متعدد جگہ مذکور ہوئی ہیں، ایک جگہ باری تعالیٰ عزاسمہ نے فرمایا: اَرَاَیْتَ الَّذِی یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ فَذٰلِکَ الَّذِی یَدُعُّ الْیَتِیْمَ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ کیا آپ نے ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو انصاف ہونے کو جھٹلاتا ہے، پھر یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا، اگرچہ حضرات مفسرینؒ نے اس قسم کی آیات کا نزول کسی شخص معین کے بارے میں فرمایا ہو، مگر مراد باری تعالیٰ کی عام ہوتی ہے جس میں یہ اوصاف ہوں گے وہی مراد ہوگا، معلوم ہوا کہ یتامیٰ کے ساتھ برا سلوک اور مساکین کے کھانا کھلانے کی ترغیب نہ دینا بھی برا عمل ہے، چہ جائے کہ اس عمل کا جذبہ ہی نہ ہو۔

ایک جگہ باری تعالیٰ شانہ نے اس عمل کو اس قدر اہمیت کے ساتھ ذکر فرمایا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَآ اَدْرٰکَ مَاالْعَقَبَةَ ○ فَکُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ○یَتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ○ اَوْمِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (سورۂ بلد) پھر وہ گھاٹی پر سے نہیں گذرا اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے گردن کو آزاد کرنا ہے، یا بھوک والے دن میں یتیم رشتہ دار یا خاک نشین محتاج کو کھانا کھلانا۔ اس جگہ اللہ پاک نے ان اعمال کو اقتحام عقبہ سے تعبیر فرمایا ہے، یعنی گھاٹی میں گھسنے کے لئے آدمی پھرتی اور تیزی اور چستی کا مظاہرہ کرتا ہے، تو اسی طرح ان امور میں انسان کو سرعت اور قوت سے کام لینا چاہئے اور امن وعافیت اور رضائے باری کے حصول کے لئے محنت کرنی چاہئے۔

اس سے قبل سورۂ فجر میں بھی یہی انداز ہے کَلَّا بَلْ لَّا تُکْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ وَلَا تَحٰضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنَ وَتَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ اَکْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا○۔ ہرگز نہیں بلکہ تم لوگ نہ یتیموں کی عزت کرتے ہو اور نہ مسکینوں کے کھانا کھلانے پر لوگوں کو ابھارتے ہو اور تم میراث سمیٹ کر ہڑپ کر جاتے ہو۔

یہاں بھی باری تعالیٰ کا انداز سخت ہے اور بالکل انسانی فطرت کے مطابق سیدھا نشانہ ہے اور صحیح

واقعی تعبیر ہے کہ اکثر لوگ ان چیزوں کو اہمیت نہیں دیتے، یتامیٰ اور مساکین ان کی نظر میں ذلیل ہوتے ہیں مالداروں کی اور عہدہ داروں کی تعظیم میں فنا رہتے ہیں، مال ہی ان کی نظر میں سب کچھ ہوتا ہے، انہی رشتہ داروں کی تعظیم کی جاتی ہے جو مالدار ہوتے ہیں اور دوسروں کو نظر انداز کر دیتے ہیں، حالانکہ یہ سب مزاج قرآن، ذوق شرع، طریقۂ سنت کے خلاف ہے۔

الحاصل ان سب باتوں کا سبق یہ ہے کہ ہمیں چاہئے کہ ہم ان باتوں کا خوب خیال رکھیں اور ان اعمال کو کمتر سمجھ کر نہ چھوڑیں، رسول مقبول ﷺ نے فرمایا: **اطعموا الجائع وعودوا المريض وفكوا العانى**، بھوکے کو کھانا کھلاؤ، مریض کی عیادت کرو، قیدی کو چھڑاؤ (رواہ البخاری شعب الایمان ص:۲۱۵ ج:۲)۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے معلوم کیا **اى الاسلام خير**؟ اسلام کی خوبیوں میں کونسا عمل اچھا ہے؟ فرمایا کھانا کھلانا، سلام کرنا، جس سے جان پہچان ہو، اس کو بھی اور جس سے جان پہچان نہ ہو اس کو بھی (بخاری شریف) ایک اور روایت ہے **عن علیؓ قال: قال رسول الله ﷺ ان فى الجنة غرفا يرى ظهورها من بطونها وبطونها من ظهورها فقام اعرابى فقال لمن هى يا رسول الله قال رسول الله ﷺ لمن قال طيب الكلام وافشى السلام واطعم الطعام وصلى بالليل والناس ينام**، یعنی جنت میں ایسے نرالے طرز کے بالاخانے ہیں جن کے اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا حصہ اندر سے نظر آتا ہے، ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور معلوم کیا وہ شاندار محلات (شیش محل) کس کیلئے ہیں؟ فرمایا جو عمدہ بات کرے، کھانا کھلائے، راتوں کو نماز پڑھے جب لوگ سو رہے ہوں۔

اس حدیث میں بھی اطعام طعام کی کس قدر فضیلت آئی ہے، اور ساتھ میں دوسرے اعمال افشاء سلام اور تہجد کی ترغیبات بھی وارد ہوئی ہیں، افشاء سلام محبت کا ذریعہ ہے اور محبت الٰہی جنت میں دخول کا ذریعہ ہے، جیسا کہ اس سلسلہ میں حدیث وارد ہوئی ہے اور تہجد کے بارے میں تو آیات وارد ہوئی ہیں **فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا** آپ تہجد پڑھا کیجئے، ممکن ہے کہ آپ کو آپ کا رب مقام محمود پر فائز کر دے،، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا یہ دائمی عمل تھا، اس کی برکت سے آپ کو اللہ پاک نے مقام محمود نصیب فرمایا، اس میں دوسروں کے لئے عظیم ترغیب موجود ہے۔

صدائے حدیث

ولایت دو قسم پر ہے

مولانا مفتی محمد حذیفہ مکی

اور ایک ولایت کا خاص مقام ومرتبہ ہے وہ ان لوگوں کو عطا ہوتا ہے جو واصل الی اللہ ہیں ارباب سلوک میں سے، اور ولایت نام ہے بندہ کا حق تعالیٰ کی مرضیات میں فنا ہونے کا اور اس کی مرضی کے ساتھ بقاء کا اور ولایت کیلئے کرامات شرط نہیں ہیں کیونکہ کرامات تو ان لوگوں کو بھی مل جاتی ہیں جو دوسری ملت کے لوگ ہیں ہاں کرامات قلبیہ جیسے علوم الٰہیہ اور معارف ربانیہ یہ صرف خاص اہل اللہ کو عطا ہوتی ہیں، یہ کرامتیں جس بندہ کو مل جائیں وہ اللہ پاک کا خاص بندہ ہے جیسا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت شیخ ابومدین مغربیؒ اور ان جیسے دوسرے اکابر اعلام ہیں، اللہ پاک نے ان حضرات کو خاص علوم ومعارف حقائق وغوامض الٰہیہ سے نوازا تھا، حضرت اقدس مجدد الف ثانیؒ کا بھی یہی حال تھا اور رہی کرامات تکوینیہ جیسے پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، مسافت بعیدہ کو قلیل مدت میں پورا کر لینا وغیرہ یہ تو غیر مسلم لوگوں جیسے راہبوں اور جوگیوں سے بھی ثابت ہیں یہ مدار ولایت نہیں ہیں بلکہ استدراج کے طور پر ان لوگوں سے صادر ہوتی ہیں جن کی وجہ سے اللہ پاک ان کو گمراہ کر دیتے ہیں۔

نبوت سلطنت کے مانند ہے، ولایت وزارت کے مانند ہے

نبوت ورسالت ایک عظیم الشان سلطنت کے مانند ہے جو اختصاص الٰہی سے تعلق رکھتی ہے اس میں بندہ کے کسب واختیار کو دخل نہیں ہے، اور ولایت ایک وزارت الٰہی ہے اس میں بندہ کی محنت وکسب مجاہدہ کو دخل ہے جس طرح وزارت کے حصول کیلئے محنت کی جاتی ہے اسی طرح ولایت کے حصول کیلئے کوشش کی جاتی ہے اور حقیقت میں تو دونوں ہی اختصاص الٰہی سے تعلق رکھنے والی اشیاء ہیں جو خاص فیضان الٰہی اور لطف ربانی سے تعلق رکھتی ہیں اور اس کا ظہور بتدریج ہوتا ہے جبکہ اس کے شرائط واسباب پائے جائیں اسی وجہ سے ایک محجوب العقل انسان اس کو کسبی سمجھ لیتا ہے، ولایت کا ابتدائی مرحلہ وہ سفر من الخلق الی الحق عز وجل ہے یعنی مخلوق سے خالق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور باطنی فرار اختیار کرے اور ظاہری اشیاء سے اغیار رب سے اپنا تعلق وعشق ختم کرے اور قیود دنیویہ سے خلاصی حاصل کرے اور دنیا کے پردوں سے باہر نکلے اور منازل قرب الٰہی مقامات روحانی کی محنت میں لگ جائے تا کہ مراتب اخرویہ اور درجات عالیہ تک پہنچے اور یہ کیفیت محض علم رسمی ظاہری سے

کسی شخص کو حاصل نہیں ہوتی اور نہ اس کو ارباب مقامات میں شامل کرتی ہے بلکہ تجلی حق اُس پر ظاہر ہوتی ہے جو اپنا نام ونشان مٹاتا ہے، اور چونکہ اس میں مراتب الگ الگ ہیں اور یہ سب یقین پر مدار رکھتے ہیں اور یقین کا معاملہ علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین پر تقسیم ہے اس لئے اولیاء اللہ کے درجات بھی الگ الگ ہیں۔

اولیاء اللہ میں فرق مراتب کیوں ہوتا ہے

علم الیقین معاملہ کو اس حقیقت کے ساتھ جاننا اور ماننا ہے، عین الیقین اس کا مشاہدہ کرنا ہے اور حق الیقین میں فناء ہو کر بقاباللہ حاصل کرنا ہے حالی اور شہودی طور پر نہ کہ صرف علمی طور پر یہ اولیاء اللہ کی شان ہے اور ولایت کے کمالات کی کوئی انتہاء نہیں ہے اسی لئے اولیاء اللہ کے مراتب بھی غیر متناہی ہیں اور اس کا صحیح طریقہ توحید باری اور تزکیۂ نفس ہے، اخلاق ذمیمہ سے اور اغراض دنیویہ سے نفس کو پاک کرنا ہے اور اس راستہ میں مجاہدہ کرنا ہے جو شخص طریق حق میں مجاہدہ کرتا ہے وہ اپنے کو زمرۂ اولیاء میں داخل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور جو شخص خواہشات نفس کی پیروی کرتا ہے تو اپنے آپ کو اعداء اللہ میں شامل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کیلئے شیخ کامل سے وابستہ ہونا ضروری ہے اور اس کی مرضی میں فنا ہونا کیونکہ مرید اسی کا نام ہے جو اپنا ارادہ ومرضی اپنے شیخ کی مرضی میں فنا کردے اور جو اپنے ارادہ اور اپنی مرضی پر چلتا ہے وہ مرید نہیں ہے، پس مؤمن کیلئے مناسب ہے کہ اولیاء اللہ کی سیرت واحوال کے حصول میں سعی بلیغ کرے کہ ان کا طریق بہترین طریق ہے ان کے احوال عمدہ احوال ہیں اور ان کے اعمال اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ کی مرضی کے مطابق ہیں اور کم سے کم درجہ یہ ہے کہ ان سے محبت کرے اس لئے آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی، لہذا جو شخص ان کے ساتھ حشر چاہتا ہو تو ان سے محبت کرے اس جہت سے ان کے زمرہ میں داخل ہوسکتا ہے (روح البیان رص:۶۳ رج:۴)۔

اس مضمون کی تائید ان احادیث شریفہ سے بھی ہوتی ہے۔

(۱) عن أنس بن مالک ؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المرء مع من أحب وله ما اكتسب (ترمذی شریف رص:۶۴ رج:۲)۔ حضرت انس ابن مالک ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جسے وہ پسند کرے گا اور اسے اپنے کئے ہوئے عمل کا ہی اجر ملے گا۔

(۲) عن أنس ؓ انه قال: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله متىٰ قيام الساعة فقام النبى صلى الله عليه وسلم إلى الصلوة فلما قضى صلاته قال أين السائل عن قيام الساعة فقال الرجل أنا يا رسول الله! قال ماأعددت لها قال يا

رسول الله! ما أعددت لها كبير صلوة ولا صوم إلاإني أحب الله ورسوله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المرء مع من أحب وأنت مع من أحببت فما رايت فرح المسلمون بعد الإسلام فرحهم بهذا، هذا حديث صحيح (ترمذی شریف رص:۶۴ رج:۲)۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: کہ ایک شخص حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قیامت کب آئے گی، آپﷺ نماز کیلئے کھڑے ہوگئے اور جب فارغ ہوئے تو پوچھا سوال کرنے والا کہاں ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا میں ہوں یارسول اللہ! فرمایا تم نے قیامت کیلئے کیا تیاری کی ہے؟ اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے اس کی تیاری میں لمبی لمبی نمازیں اور بہت زیادہ روزے تو نہیں رکھے ہاں اتنا ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں آپﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے اور تم بھی اسی کے ساتھ ہوگے جس سے تم محبت کرتے ہو، راوی کہتے ہیں میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد اس بات سے زیادہ کسی چیز سے خوش ہوتے نہیں دیکھا۔

(۳) عن صفوان بن عسّالؓ قال: جاء أعرابي جهوري الصوت فقال يامحمد! الرجل يحب القوم ولمايلحق بهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المرء مع من أحب هذا حديث صحيح (ترمذی شریف رص:۶۴ رج:۲)۔ حضرت صفوان ابن عسالؓ کہتے ہیں کہ ایک بلند آواز والا دیہاتی آیا اور عرض کیا اے محمد! اگر کوئی آدمی کسی قوم سے محبت کرتا ہو لیکن عمل میں ان کے برابر نہ ہو تو آپﷺ نے فرمایا: وہ اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

أحب الصالحين ولست منهم　　لعل الله يرزقني صلاحاً

میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں اور میں ان میں سے نہیں ہوں
ہو سکتا ہے اللہ مجھے بھی نیک بنادے

حضرت امام زین العابدینؒ سے مروی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تین چیزیں تین چیزوں میں چھپا رکھی ہیں (۱) اپنی رضامندی اپنی اطاعت میں چھپا رکھی ہے، لہذا کسی خیر و بھلائی اور اطاعت الٰہی کی بات کو حقیر نہ سمجھو ممکن ہے کہ رضائے الٰہی اس میں چھپی ہو (۲) اپنی ناراضگی معصیت میں چھپا رکھی ہے لہذا کوئی معصیت نہ کرو معمولی سمجھ کر شاید اللہ کی ناراضگی اس میں چھپی ہو (۳) اپنی ربوبیت مخلوق میں چھپا رکھی ہے لہذا کسی کو حقیر نہ سمجھو شاید وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو (تفسیر امدادی رص:۱۲۵)۔

افادات

باب كراهية الاستنجاء باليمين

افادات: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ گنگوہی نقشبندی

شیخ الحدیث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

نوٹ:۔شرح ترمذی میں ''آدابِ خلاء'' پر بسط وتفصیل سے لکھی گئی مدلّل اورمحقق تحریر سے چند اقتباسات۔

انتخاب وترتیب: شمشاد احمد مظاہری

استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

حدثنا محمدُ بنُ يحيىٰ بن أبي عُمر المكيُّ نا سفيان بن عيينة عن معمرٍ عن يحيىٰ بن أبي كثير عن عبدالله بن أبي قتادة عن ابيه ان النبي صلى الله عليه وسلم نهىٰ ان يمسَّ الرجلُ ذكرهُ بيمينه۔

احوالِ رُواۃ

محمد بن ابی عمر المکی: آپ محمد بن یحی بن ابی عمر المکی ہیں، نزیل مکہ معظمہ (زادها الله شرافة) يقال ابا عمر كنية أبيه يحيىٰ، صدوق صنف المسند ولازم ابن عيينة، لكن قال ابو حاتم فيه غفلة (كذا في التقريب ص:۳۲۳) وقال في الخلاصة روى عن فضيل بن عياض معاوية وخلق وعنه مسلم والترمذي وابن ماجة ۲۴۳ھ میں انتقال ہوا، ثقة ثبت فاضل لكنه يدلس ويرسل عن الخامسة (ص ۲٦ تحفہ) اور ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب ص:۴۵۷ میں مفصل تذکرہ کیا ہے، شیخ ابن ابی حاتم نے اپنے والد ابو حاتمؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ نیک صالح آدمی تھے، لیکن ان میں غفلت تھی، میں نے ان کے پاس ایک موضوع حدیث دیکھی ہے، جس کو وہ سفیان بن عیینہؒ سے نقل کرتے تھے، ذكره ابن حبانؒ في الثقات، امام بخاریؒ نے ان سے تعلیقاً روایات لی ہیں اور حافظ نے ان کی کنیت ابوعبداللہ لکھی ہے۔

سفيان بن عيينة: سفیان بن عیینہؒ کے احوال گذر چکے ہیں۔

معمر: آپ معمر بن راشد الازدی البصری ہیں نزیل الیمن، ثقة فاضل ثبت (تحفہ ص:۲٦) اور تہذیب التہذیب ص:۲۱۸ ج:۱۰ میں ہے آپ کی کنیت ابوعروہ ہے، یمن میں رہے، حسن بصریؒ کے جنازہ میں شریک ہوئے ہیں، ثابت البنانی، قتادہ، زہری اور عاصم الاحول سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے بھی نقل کرنے

والے بہت ہیں، عجلی نے ثقہ اور رجلِ صالح کہا ہے، یعقوب بن شیبہ نے کہا ہے کہ معمر ثقہ وصالح ہیں، ثبت ہیں، ابن حبانؒ نے ثقات میں لکھا ہے اور کہا ہے آپ فقیہ، حافظ، متقن، ورع تھے، امام نسائی نے ''ثقۃ مامون'' کہا ہے، ابن جریج سے مروی ہے کہ اس شخص کو لازم پکڑ لو کہ اس وقت ان سے بڑا عالم نہیں ہے (تہذیب ص:۲۲۰ر ج:۱۰)۔

یحییٰ بن ابی کثیرؒ: آپ کی کنیت ابونصر ہے، قبیلہ طے کی طرف نسبت ولاء کی وجہ سے ''طائی'' کہلاتے ہیں، یمامہ کے رہنے والے چوٹی کے عالم ہیں، ابوامامہ باہلی سے آپ کی روایت مسلم شریف میں موجود ہے اور انس بن مالکؓ سے بھی آپ نے سماع حدیث کیا ہے، آپ تابعی ہیں، امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جب یحییٰؒ اور زہریؒ کا اختلاف ہوجائے تو یحییٰ کی بات کا اعتبار ہے، ابوحاتمؒ کہتے ہیں کہ آپ قابلِ اعتماد امام ہیں اور قابل اعتماد راوی سے ہی روایت لیتے ہیں، ایوب سختیانیؒ نے فرمایا ہے کہ اب زمین پر یحییٰ جیسا کوئی آدمی باقی نہیں ہے، بنوامیہ کی تنقیص کرنے کے باعث مصائب میں مبتلاء ہوئے، انہیں زدوکوب کیا گیا اور داڑھی بھی مونڈی گئی، ایک جماعت نے کہا ہے آپ نے ۱۲۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا ہے (تذکرۃ الحفاظ رص:۱۱۸ر ج:۱)۔

عبداللہ بن ابی قتادہؓ ابوابراہیم الانصاری السلمیؒ: اپنے والد محترم ابوقتادہؓ اور حضرتِ جابرؓ سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے عبدالعزیز بن رفیع، زید بن اسلم اور ایک جماعت نے حدیث نقل کی ہے، امام نسائیؒ اور ابن سعدؒ نے توثیق کی ہے اور کہا ہے کہ آپ قلیل الحدیث تھے، ۹۵ھ میں انتقال ہوا ہے، ان کے والد ابوقتادہؓ ہیں، نام حارث ہے یا نعمان ہے، اور کہا گیا ہے کہ عمرو بن ربعی ہے، الانصاری الخزرجی السلمی، فارس رسول اللہ ﷺ سے معروف ہیں، آپ بدر میں شریک ہوئے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے، البتہ آپ بالاتفاق احد میں شریک ہوئے اور اس کے بعد کے غزوات میں بھی شریک رہے ہیں، واقدی نے لکھا ہے کہ ابوقتادہؓ نے فرمایا مجھے رسول اللہ ﷺ نے ''ذی قرد'' کے دن دیکھا اور میرے لئے شعر وبشر میں برکت کی دعاء فرمائی، اور فرمایا: **افلح وجهک** ایک رات انہوں نے نبی اقدس ﷺ کی نگہبانی کی تو آپ نے ان کیلئے دعاء فرمائی **اللھم احفظ ابا قتادة کما حفظ نبیک هذه اللیلة**، آپ کے فضائل بکثرت ہیں، ان کی ۱۷۰ احادیث پر شیخین کا اتفاق ہے اور صرف بخاری شریف میں دو اور مسلم شریف میں آٹھ احادیث ہیں، ۵۴ھ میں ۷۰ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا (المنہل رص:۱۲۰ر ج:۱)۔

تشریحِ حدیث:

اس حدیث شریف میں ''**مسِّ ذَکر بالیمین**'' کی ممانعت مذکور ہے، بقول صاحب المنہل علامہ مناویؒ

نے کہا ہے کہ عند الشوافعؒ نہی اس میں تنزیہی ہے، اور اصحاب الظواہر اور حنابلہ کے نزدیک تحریمی ہے، صاحب ''معارف السنن'' نے فرمایا ہے کہ استنجاء بالیمین کی نہی عند الجمہورؒ تنزیہی ہے اور ظاہریہؒ کے نزدیک تحریمی ہے اور یہی شوافع کے ایک گروہ کی رائے ہے اور یہی حنابلہ کی ایک روایت ہے، حتیٰ کہ اگر داہنے ہاتھ سے استنجاء کرے گا تو جائز نہ ہوگا، جیسا کہ شیخ حسین ناصرؒ نے اپنی کتاب ''البرہان'' میں نقل کیا ہے، لیکن احنافؒ کے نزدیک بلا عذر شرعی داہنے ہاتھ کا ایسی جگہ استعمال کرنا برا ہے، إسـائـت مکروہ تنزیہی اور مکروہ تحریمی کے درمیان کا درجہ ہے، لیکن اگر عذر ہے کہ چوٹ لگی ہے، یا داہنا ہاتھ ہی نہیں ہے تو پھر کوئی مسئلہ نہیں ہے، بلا عذر شرعی ایسا کرنا گناہ ہے، تو جمہور علماء کے نزدیک ممانعت تنزیہی ہے، یہاں ترجمۃ الباب انہی روایات سے ثابت ہے جن میں قید ہے، جیسے بخاری و مسلم وابوداؤد، واحمد کی روایت ہے، صاحب بدائع الصنائع نے فرمایا ہے: **الاستنجاء بالاحجار او مایقوم مقامهاسمی الکرخیؒ الاستنجاء استجماراً اذهو طلب الجمر قوهی الحجر الصغیر، والطحاوی سماه استطابة وهی طلب الطیب وهو الطهارة والاستنجاء وهو طلب طهارة القبل والدبر من النجو وهو مایخرج من البطن ویجوز ان یکون الفعل الواحد له جهتان مختلفتان فیکون بجهةٍ کذا فی جهةٍ الخ،** کیونکہ داہنے ہاتھ میں خاص شرف ہے، شرع متین نے اچھے کاموں کیلئے یمین کو اور برے کاموں کیلئے یسار کو متعین کر دیا ہے، یہ تقسیم عمل انسان کے فطری ذوق کے مناسب ہے، دائیں کی شرافت فطری ہے، کیونکہ اگر اسی ہاتھ سے استنجاء کرے اور اسی ہاتھ سے کھانا کھائے تو سارا مزہ خراب ہو جائے گا، نیز دائیں ہاتھ میں قوت یسار کے مقابلہ زیادہ ہے، یہ بھی اس کی شرافت کی ایک وجہ ہو سکتی ہے، احادیث شریفہ میں رسول اللہ ﷺ نے داہنا ہاتھ کھانے اور شرافت کی اشیاء کیلئے رکھا تھا اور یسار کو نجاست، اذیٰ، مس وانجاس کی تطہیر کیلئے، چنانچہ حدیث عائشہؓ میں تصریح ہے: **کانت ید رسول الله ﷺ الیمنی لطهوره وطعامه وکانت یده الیسری لخلاء وماکان من اذی (اخرجه اصحاب السنن)** یمین اور تیامن کو رسول اللہ ﷺ نے ابواب البر میں رکھا ہے، جیسے لُبسِ ثوب ہے، لُبسِ خف ہے، دخول مسجد ہے، سواک ہے، اکتحال ہے، تقلیم الاظفار ہے، ترجیل الشعر ہے، نتفِ ابط ہے، حلق شعر ہے، خروج من الخلاء ہے، اکل وشرب ہے، مصافحہ ہے، استلام حجرِ اسود ہے، سلام من الصلاۃ ہے۔ اس کے برخلاف دخول خلاء، خروج من المسجد، استنجاء، خلع سراویل، خف وغیرہ وغیرہ امور کیلئے یسار ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھئے! کہ ممانعت میں قبل اور دبر دونوں مساوی ہیں، **نهی ان یمس الرجل ذَکرهٗ بیمینه الخ** یہاں ذَکر کی قید ہے مگر یہ احترازی قید نہیں ہے، بالاتفاق فرج کا حکم بھی یہی ہے، پھر یہاں رسول کریم

ﷺ سے منع مطلقاً ثابت ہے، اور دوسری روایت میں پیشاب کے وقت داہنے ہاتھ سے نہ پکڑے وہاں ''**اذابال**'' کی قید ہے، ایسے ہی بخاری شریف میں حضرت امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے ''**باب لا یمسک ذکرہ بیمینہ اذا بال**'' نیز تیسری روایت ''**اذااتی الخلاء فلایمس ذکرہ بیمینہ**'' میں اتیان خلاء بھی بول سے کنایہ ہے، یہ روایت نسائی شریف میں ہے، اس میں ہے **واذااتی الخلاء فلایمس ذکرہ بیمینہ**۔

حاصل یہ ہے کہ بعض روایات میں بلا قید ہے جیسے ترمذی شریف کی روایت میں اور بعض روایات میں ''**اذابال** کی قید ہے''، اس لئے بعض لوگوں نے عموم پر اور بعض نے خصوص پر محمول کیا ہے، بعض روایات میں تصریح ہے کہ نبی پاک ﷺ سے معلوم کیا گیا تو آپ نے فرمایا: **اِن ھو الا بضعة منک** لہذا معلوم ہوا خاص حالت مراد ہے اور **اذابال** احتراز کیلئے ہے، اور بعض نے عموم پر محمول کیا ہے کہ جب ممانعت بول میں بھی ہے تو دوسری حالتوں میں بدرجہ اُولیٰ ممنوع ہوگا اور عموم ہوگا، کیونکہ وہ حاجت کا موقع ہے، تو دوسرے حالات میں بدرجۂ اولی ممانعت ہوگی۔

اس کے بعد حدیث شریف کے سلسلہ میں ایک بحث ہے، علامہ خطابیؒ نے لکھا ہے کہ بعض روایات میں استنجاء بالیمین سے منع کیا گیا ہے اور بعض میں مطلقاً مسِ ذَکر سے منع کیا ہے، لہذا اگر یسار سے استنجاء کرے گا تو **مس ذکر بالیمین** لازم آئے گا اور اگر یسار سے مسِ ذَکر کرے گا تو **استجمار بالیمین** لازم آئے گا، حالانکہ نہی دونوں کو شامل ہے، پھر اس کا دفعیہ خود علامہ خطابیؒ نے یوں بتایا ہے کہ اشیاء غلیظہ اور صلبیہ کا استعمال کرے، اس طریقے سے کہ سرین زمین پر رکھ کر ایڑیوں میں ڈھیلا لیکر ذکر کو بائیں ہاتھ سے ڈھیلے پر پھیر لے، دوسری صورت یہ ہے کہ ذکر کو دیوار وغیرہ پر رگڑے، صرف یہ دو صورتیں ہیں استنجاء بالیمین سے اجتناب کی کہ ان دونوں صورتوں میں نہ مسِ ذَکر ہے اور نہ استنجاء بالیمین ہے، علامہ طیبیؒ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ استنجاء بالیمین کی نہی تغوّط کیلئے ہے پیشاب کے لئے نہیں ہے، مگر علامہ طیبیؒ کی تخصیص بلا مخصص ہے، کیونکہ استنجے کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے اس میں بول وغائط دونوں شامل ہیں، نیز حدیث شریف میں اس کی کوئی تخصیص نہیں ہے، **قال الطیبی النھی عن الاستنجاء بالیمین مختص باالدبر والنھی عن المس مختص بالذکر** (عمدۃ ص۲۹۶/ج۲) **ولا یتمسح بیمینہ** (**فتح الباری** /ص ۲۵۳)۔

☆☆☆

شخصیات

مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

جناب مولانا ڈاکٹر ابرار احمد اجراوی زید مجدہ
جواہر لعل نہرو یونی ورسٹی نئی دہلی

یادش بخیر! دورۂ حدیث شریف کے سال شریکِ درس مولانا بشیر احمد سمستی پوری کے ہمراہ گنگوہ حاضری کا موقع ملا تھا اس وقت میرے وہم وخیال میں بھی نہ تھا کہ یہیں قاری شریف احمد صاحب گنگوہیؒ نام ونمود سے دور اور کسی ستائش اور صلے کی پرواکئے بغیر علم وعمل اور دعوت وعزیمت کی محفل سجائے بیٹھے ہیں، اگر پتہ چلتا تو دور سے ہی سہی اس جادوطراز اور سحر انگیز شخصیت پر ایک نظر ضرور ڈال لیتا، کیونکہ میں مردم بیزاری کی حد تک قلیل العلائق ضرور رہا ہوں لیکن باحیات اکابر وبزرگان دین اور سلف صالحین سے عقیدت مندی اور ان کی دست بوسی کے جذبے میں کبھی کمی نہیں آئی، بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر مجھے یہ کہنے میں کوئی تأمل نہیں کہ بزرگان دین اور اولیاء اللہ سے عقیدت مندی کا یہ مادہ عمر کے قافلے کے شانہ بشانہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے، خیر وہاں حاضری کا شان نزول صرف مزار گنگوہی پر حاضری اور فاتحہ خوانی تھا، میرے ساتھی نے مزید کرم یہ کیا کہ انہوں نے یہ کہہ کر کہ یہ علاقہ کا ممتاز اور مشہور مدرسہ ہے، کسی قدر زبردستی جامعہ اشرف العلوم کی زیارت بھی کرائی، دور سے ہی سڑک کی دائیں جانب واقع منقش اور عالی شان صدر دروازے پر جو نظر پڑی تو اس کا رعب وجلال میرے خانۂ دل پر مرتسم ہوگیا کیونکہ اس دروازے کے گوشہ وکنار میں اس کے بانی محترم کا خلوص جلوہ آرائے عالم تھا، کشادہ درس گاہیں، منظّم مطبخ، دیدہ زیب دارالحدیث اور جاذب نظر قیام گاہوں اور تعلیمی نظم ونسق کا بھی جائزہ لے ہی لیا اور اس کے بعد براہ سہارنپور دیوبند لوٹ آیا، طلبہ یا مدرسین میں کوئی نہ تھا جس سے میری راہ ورسم رہی ہو اس لئے نہ مجھے کسی سے ملنے کی توفیق نصیب ہوئی اور نہ ہی اس کی میں نے کوئی ضرورت محسوس کی، اسے ذاتی قصوں کی پیوندکاری سے ہرگز تعبیر نہ کیجئے بلکہ بیان واقعہ ہے: قاری صاحبؒ کے انتقال کے بعد جب میں حضرت الاستاذ مولانا نور عالم خلیل امینی کے حکم سے ایک مضمون کا ترجمہ کرنے بیٹھا تب مجھے اس کے بانی اور مدرسہ کے قیام سے لے کر اس کی تعلیمی اور تعمیری ترقی میں ان کے خون جگر کی آمیزش کا علم ہوا اور اپنے سابقہ طرز عمل پر اپنے دل کو جم کر کوسا، یاد ماضی عذاب ہے یارب! بہر حال اب اس کی تلافی کی کوئی شکل نہ تھی، ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے۔

علمی میدان میں حضرت قاری صاحبؒ مرحوم کی خدمات سے ان کے انتقال اور ان کی زندگی پر شائع ہونے والے تأثراتی مضامین کے توسط سے ہی واقف ہوسکا، راقم الحروف نے دیوبند کی طالب علمی کی سات سالہ زندگی اور

معین مدرسی کا مختصر دورانیہ اپنی طبعی کمزوریوں کے باعث کچھ اس طرح گزارا ہے کہ دارالحکومت دہلی کو چھوڑ کر دیوبند سے باہر بہت کم جانے کا اتفاق ہوا، حد تو یہ ہے کہ دیوبندی سلسلے کی دوسری سب سے بڑی اور مرکزی درسگاہ مظاہر علوم کی زیارت سے میں اس سال بہرہ اندوز ہوسکا، جو معین مدرسی کا سال تھا کہ اس کے بعد دیوبند میں مزید قیام کے امکانات کے سارے دروازے تقریباً بند ہو چکے تھے، میں مردم بیزار تو کبھی نہیں رہا ہاں قلیل العلائق اور آج کل کے مفاد پرستانہ اور ضمیر فروشی اور خوشامدی کے مترادف تعلقات سے کوسوں دور رہا ہوں، جس کی قیمت مجھے کیا تاریخ کے ہر دور میں بہتوں کو ادا کرنی پڑی ہے۔

حضرت قاری شریف احمد صاحبؒ کی زندگی پر سب سے پہلا مضمون (جس کو میں نے حضرت الاستاذ مولانا نور عالم خلیل امینی کے حکم سے اردو کے قالب میں ڈھالا اور جو اس وقت کے مدرسی مجلّات میں شائع ہوا اور استاذ محترم کے خاص اسلوب نگارش کی وجہ سے بڑی دلچسپی سے پڑھا گیا تھا) ''الداعی'' میں پڑھا تھا، عدم تعلق کی بناء پر ان کی وفات کی خبر میرے لئے کوئی ایسا جانکاہ حادثہ تو نہ تھی جو دلوں پر بجلی گرادے لیکن اس پہلے مضمون سے ہی میں ان کے علم وفضل، فکر ودانش، ورع وتقویٰ، دینی جذبہ، اشاعتِ دین کی تڑپ، امت مسلمہ کے لئے درمندی ودلسوزی اور ان کی تعلیمی وتدریسی خدمات کا معترف ہوگیا، یہ تأثر آج تک نہ صرف برقرار ہے بلکہ اس میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جارہا ہے، اس کی کئی وجہیں تھیں، الداعی کے صفحات پر حضرت الاستاذ کے قلم سے کسی شخصیت پر کسی مضمون کا چھپنا بجائے خود مرحوم شخصیت کی عظمت اور وقعت کا مظہر ہوتا ہے، اس مضمون کے پڑھنے کے بعد میرے اندروں میں ان کی زندگی کے دوسرے گوشوں کے بارے میں جانکاری حاصل کرنے کا شدید داعیہ پیدا ہوا، اس سلسلہ میں اشرف العلوم رشیدی میں برادر محترم مولانا محمد ساجد قاسمی کھجناوری کا بحیثیت استاد انتخاب اور مجلّہ ''صدائے حق'' کی اشاعت نے کلیدی رول ادا کیا اور تقریباً ہر شمارے میں ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر ان کے معاصرین، ان کے شاگردوں اور ان کے خوشہ چینوں کی کوئی نہ کوئی تحریر پڑھنے کو ملتی رہی اور میرے سابقہ تأثرات کو نہ صرف جلا ملتی رہی بلکہ معلومات کے نئے در بھی وا ہوتے رہے، اتنا کچھ پڑھنے کے بعد میرے اوپر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ان کی شخصیت پر شائع ہونے والی کتاب میں اپنی تحریر شامل کرکے نہ صرف لہو لگا کر شہیدوں میں اپنا نام لکھا لوں بلکہ اس سعادت مندی سے محرومی کے قافلوں کے تعاقب سے بھی محفوظ رہ سکوں، کسی شخصیت پر تأثراتی مضمون لکھنے کیلئے اس کو کسی ایک حوالے سے جاننا ہی کافی ہوتا ہے اگر خاکہ لکھنا ہو تو اس شخصیت سے ملاقات وتعارف کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ چہرہ شناسی کی بنیادی شرط کی بناء پر اس کے بغیر خاکہ لکھنا ممکن ہی نہیں، سو میں خاکہ تو لکھ نہیں رہا کہ یہ خاکہ نگاروں کا کام ہے، ہاں ان کی شخصیت کے ان نقوش کی صورت گری کررہا ہوں جو پچاسوں صفحات پڑھنے کے بعد میرے قلب پر مرتسم ہوئے ہیں۔

گنگوہ کی سرزمین اقطاب عالم،صلحاء،فقہاء اور نامور علمائے دین کا منبع ومرکز رہی ہے، یہاں سے ہر دور میں قال اللہ وقال الرسول ﷺ کے زمزمے بلند ہوئے ہیں،ایمان ویقین کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جہاں گنگوہ کی روشنی نہ پہنچی ہو، یہاں کی مٹی میں ہی خدا نے کچھ خاص ایسی عجیب صفات ودیعت کردی ہیں کہ جس نے اس مٹی سے جنم لیا وہ زندہ جاوید بن گیا اور افق عالم پرآفتاب وماہتاب بن کر چمکا،حضرت قاری شریف احمد صاحب گنگوہیؒ نے بھی اسی خاک سے جنم لیا تھا اس لئے وہ بھی ان صفات کا عکس جمیل تھے،ان صفات پر انہوں نے زنگ لگنے نہیں دیا بلکہ وقت کے اکابر صلحاء اور عظماء کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرکے ان کے نقش ونگار اور ان کی آب وتاب میں اضافہ ہی کیا،مدرسی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انہیں اکابر کے ایماء پر گنگوہ میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا جوصرف مدرسہ ہی نہیں کہلایا بلکہ ان کی شبانہ روز محنت،انتھک جدوجہد کی وجہ سے بہت جلد ہی تمام شعبہائے تعلیم میں دوسرے مدارس کے لئے رہنما اور مشعل راہ ثابت ہوا،مدرسہ کا نام اور کام سن کر طالبان علوم نبوی کا گروہ ہر دور میں وہاں فروکش ہوتا رہا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

حضرت قاری شریف احمد صاحبؒ نے گنگوہ کی تاریخی عظمت کا احترام کرتے ہوئے علم وعمل کی بزم سجا کر بڑوں سے کبھی غافل نہ ہوئے، بلکہ اکابر اہل اللہ کی صحبت سے ہمیشہ بہرہ یاب رہے، برابر ان سے تعلقات اور رابطہ استوار رکھا،اس کا اندازہ ان خطوط سے ہوتا ہے جوانہیں اپنے وقت کے نامور اکابر اور مشاہیر علمائے کرام نے لکھے ہیں، وہ وقفے وقفے سے اکابر اہل اللہ کے آستانوں پر حاضری دیتے اور ان کے مشوروں کی روشنی میں مستقبل کے منصوبے ترتیب دیتے اور اسی کے مطابق ان میں رنگ بھرنے کی کوشش کرتے، اولاً تو انہوں نے یہ مدرسہ ہی مظاہر علوم کے عالی مرتبت ناظم مولانا عبداللطیف صاحبؒ کے حکم کی تعمیل میں بشکل مکتب قائم فرمایا اور مدرسہ کا نام بھی منطقۂ علم ومعرفت مغربی اترپردیش کی ان دو شخصیتوں کے نام پر رکھا جوروح وروحانیت اور سلوک ومعرفت کی راہوں کے شناور تھے، مدرسہ کی عمارتوں اور تعلیمی نظم ونسق دونوں رشیدی جمال اور اشرفی جلال کے عکاس ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کے ساتھ نہ صرف ان کا تعلق ہمیشہ استوار رہا بلکہ مراسلت اور مکاتبت کا وہ مضبوط سلسلہ قائم رہا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ برابر مدینہ منورہ کی وادیوں اور مکہ کے مقدس مقامات پر اس مدرسے کی ترقی کیلئے بارگاہ خداوندی میں دست بدعاء رہے، حضرت شیخ الحدیثؒ مدینہ طیبہ سے اپنے ایک خط (مؤرخہ ۱۹۸۱ء) میں لکھتے ہیں:

''یہ ناکارہ آپ کے مدرسہ کے لئے اور آپ کے لئے بہت اہتمام سے دعاء کرتا رہتا ہے اور آپ کی طرف سے روضۂ اقدس پر صلوۃ وسلام پیش کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تم لوگوں کی مدد فرمائے اور مدرسہ کو خلفشار سے بچائے''۔

حضرت قاری شریف احمد صاحب گنگوہیؒ نے جب یہ مدرسہ قائم کیا تو اپنوں کے ساتھ غیروں نے بھی پیروں میں زنجیریں ڈالنے اور ان کے مقاصد کی تکمیل میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی، حالات بھی ان کے خلاف عصا بکف تھے، مشکلات و مسائل ان کا دامن پکڑ رہے تھے مگر حضرت قاری صاحبؒ کا دینی جوش و ولولہ جوان تھا، دھن کے پکے تھے، انہوں نے حالات کی نامساعدت کی بالکل پرواہ نہ کی اور اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے، مدرسہ کی بلند و بالا عمارت اور تعلیمی توسیع ان کے ہی خلوص، دیوانگی کی حد تک بھاگ دوڑ کا نتیجہ ہے، مرحوم کے خون پسینے سے سیراب ہوکر ہی آج یہ چمن شاداب اور گل گلزار نظر آرہا ہے، مرحوم مدرسہ کیلئے ہر دم تیار اور مستعد، ہر دم بے چین اور بے قرار، اندیشۂ نفع وضرر سے اوپر اٹھ کر قوم وملت کی خدمت میں سر کھپاتے رہے اور اس شعر کی عملی تصویر بنے رہے کہ:

اگرچہ بت ہے زمانے کی آستینوں میں　　　　مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

بنے بنائے مدرسوں کی سربراہی کرنا اور اس کے ذریعہ اپنی شہرت کی دنیا بسا لینا آج کل عام ہوگیا ہے اور اس نسخے کو آزما کر بہتوں نے قوم وملت کی نام نہاد خدمت کا دم بھرا ہے، لیکن کسی ادارہ کو قائم کرنا اور پھر اس کو اپنی حین حیات ہی ترقی کی معراج پر پہنچا دینا تاریخ میں بہت کم لوگوں کے حصے میں آیا ہوگا، حضرت قاری صاحبؒ بیسویں صدی کی انہی یگانہ ہستیوں میں تھے جنہوں نے نہ صرف یہ کہ مدرسہ قائم کیا بلکہ اس کو تعلیمی، انتظامی اور تعمیری ہر اعتبار سے ممکنہ ترقی سے ہم دوش کردیا، علاقہ میں اگر یہ مدرسہ اپنے فضلاء کی خدمات اور تعلیمی معیار کی بدولت جانا جاتا ہے تو اس میں حضرت قاری صاحبؒ کی جدوجہد اور اخلاص کا دخل ہے، آج کے سائنسی دور میں علم وفضل کی کوئی کمی نہیں ہے ہاں تقویٰ وطہارت اور خلوص وللہیت وہ جنس گراں مایہ ہے جو بتدریج عنقاء ہوتی جارہی ہے، حضرت قاری صاحبؒ نے اس گراں مایہ جنس سے حظ وافر پایا تھا جو ان کے ہر کام سے عیاں ہے ان کے صاحبزادے محترم مولانا مفتی خالد سیف اللہ اپنے والد محترم کے سچے جانشیں واقع ہوئے ہیں، صالح اولاد ہی نہیں ملی بلکہ وہ علم وعمل میں بھی اپنی مثال آپ ہیں اور تصنیف وتالیف کے مشغلہ میں بھی منہمک ہیں۔

حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ نے اپنے تأثرات میں بجا طور پر اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے، لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب نام اور کام دونوں میں شریف، صاحبزادے مبتلائے صاحبزادگی نہیں بلکہ پیکر تواضع، ایک صاحبزادہ ترمذی شریف پر تحقیقی کام میں مصروف، ماضی سے نکل کر حال کو تابناک بنانے والے تو مستقبل ان کا کیسا تابدار ہوگا''۔

☆☆☆

مضامین

انسانی زندگی پر اعمال کے اثرات

مولانا شمشاد احمد مظاہری
مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

اس بات سے ہر کوئی واقف ہے کہ ہر اچھے یا برے عمل کا ردِّ عمل ضرور ہوتا ہے، دنیا میں پیش آنے والے حالات پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی چیز انسان کے اچھے یا برے اعمال ہیں جن کا براہِ راست تعلق اللہ رب العزت کی خوشنودی اور ناراضگی سے ہے، انسان کے نیک وبد اعمال کی نوعیت کے اعتبار سے احوال مرتب ہوتے ہیں، صحت ومرض، نفع ونقصان، کامیابی وناکامی، خوشی وغمی، بارش وخشک سالی، مہنگائی وارزانی، بدامنی ودہشت گردی، وبائی امراض، زلزلہ، طوفان، سیلاب وغیرہ یہ سب ہمارے نیک وبداعمال ہی کا نتیجہ ہوتے ہیں، بالفاظِ دیگر ان سب احوال کے ظاہری اسباب کچھ بھی ہوں مگر حقیقی اسباب ہمارے نیک وبداعمال ہوتے ہیں، دراصل یہ اللہ رب العزت کی طرف سے تنبیہ بھی ہوتی ہے تا کہ انسان اپنے اعمال کا محاسبہ کرے اور کوئی تنبیہ اس کے غفلت شعار دل کو جنبش دینے میں کامیاب ہوجائے، قرآن کریم کی متعدد آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف احادیث سے یہ مضمون صراحۃً ثابت ہے، ارشادِ باری ہے: **من عمل صالحا منکم من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینه حیوۃ طیبة** (النحل: ۹۷) جو کوئی نیک کام کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو ہم اسے پاکیزہ (عمدہ زندگی) دیں گے، اس آیت میں اللہ نے ایمان اور اعمالِ صالحہ پر عمدہ اور پرسکون زندگی دینے کا وعدہ فرمایا ہے، ایک عام آدمی بھی اس آیت شریفہ سے یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ اگر ایمان اور اعمال صالحہ نہ ہوں تو ''حیاتِ طیبہ'' یعنی پرسکون زندگی نصیب نہ ہوگی۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد فرمایا: **وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر** (الشوریٰ: ۳۰) اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت سارے (گناہوں) سے تو وہ (اللہ تعالیٰ) درگزر کردیتا ہے۔

موطاامام مالکؒ میں یہ حدیث منقول ہے: **ماظهر الغلول فی قوم قط الا القی فی قلوبهم الرعب ولا فشی الزنا فی قوم الا کثر فیهم الموت ولا نقص قوم المکیال والمیزان الا قطع عنهم الرزق، ولا حکم قوم بغیر الحق الا فشی فیهم الدم، ولا ختر قوم بالعهد الا سلط علیهم العدو** (موطاامام مالک ص:۴۷۶) جس قوم میں خیانت عام ہوجاتی ہےاس کے دل میں رعب ڈال دیا جاتا ہے، اور جس قوم میں زنا عام ہوجاتا ہے ان میں اموات کثرت سے واقع ہونے لگتی ہیں، جوقوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے ان کا رزق بند کردیا جاتا ہے، جوقوم حق کے خلاف فیصلہ کرتی ہے اس میں خوں ریزی عام ہوجاتی ہےاور جوقوم عہدشکنی کرتی ہے ان پر دشمن کا تسلط ہوجاتا ہے۔

حدیث پاک میں رزق قطع کرنے کا جوارشاد ہے اس کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس کو رزق سے بالکل محروم کردیاجائے، قطع رزق میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ رزق موجود ہوتے ہوئے بھی وہ اس کو کھانہ سکے یا استعمال نہ کرسکے، جیسے بہت سی بیماریوں میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہےاور دورِحاضر میں یہ بہت عام ہے۔

حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: **لا یزید فی العمر الا البر ولا یردّ القدر الا الدعاء وان الرجل لیحرم الرزق بالذنب یصیبه** (ابن ماجہ) بھلائی عمر میں اضافہ کرتی ہےاور تقدیر کو دعا کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں لوٹاتی اور آدمی (حلال) رزق سے اپنے اس گناہ کی وجہ سے محروم کردیا جاتا ہے جس کو وہ کر بیٹھتا ہے۔

حضرت عمرؓ کے دورِخلافت میں مدینہ اور حجاز کے علاقہ میں زبردست قحط پڑا، حضرت عمرؓ نے مصر اور شام کے علاقہ سے بڑی مقدار میں غذائی اشیاء منگوائیں مگر قحط کسی طور پر کم نہ ہوا، ایک صحابی حضرت بلال بن حارث مزنیؓ کو خواب میں حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضورﷺ نے فرمایا میں سمجھتا تھا کہ عمرؓ سمجھدار آدمی ہے، اس صحابی نے حضرت عمرؓ کو خواب سنایا، حضرت عمرؓ بہت پریشان ہوئے اور نماز فجر کے بعد صحابہؓ سے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں نے میرے اندر حضورﷺ کے بعد کوئی تبدیلی محسوس کی؟ صحابہ

نے فرمایا نہیں اور حضرت عمرؓ کی کچھ تعریف کی، حضرت عمرؓ نے خواب دیکھنے والے صحابی سے فرمایا کہ اپنا خواب بیان کریں، خواب سن کر صحابہؓ نے فرمایا: امیر المؤمنین! رسول اللہ ﷺ اس جانب متوجہ فرمارہے ہیں کہ قحط سے نمٹنے کے لئے آپ دنیا کے ظاہری اسباب تو اختیار کررہے ہیں لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ سے رجوع نہیں کیا یعنی نمازِ استسقاء نہیں پڑھی، چونکہ حضرت عمرؓ قبولِ حق کا مزاج رکھتے تھے تو آپؓ نے نمازِ استسقاء ادا فرمائی، پھر ایسی بارش ہوئی کہ مدینہ وحجاز کا طویل قحط دور ہوگیا (البدایہ والنہایہ رج: ۷)۔

معلوم ہوا کہ اچھے اعمال کا اثر بھی اچھا اور برے اعمال کا اثر بھی برا ہوتا ہے، اور مسائل کے حل کے لئے ظاہری اسباب کافی نہیں ہوتے بلکہ باطنی اسباب بھی ضروری ہوتے ہیں۔

تقدیر کی دو قسم ہیں: پہلی قسم ''تقدیرِ مبرم'' ہے یہ آخری اور حتمی فیصلہ ہوتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہ کے حکم سے لوحِ محفوظ پر لکھ دیا جاتا ہے، اور اس میں ردّ و بدل ممکن نہیں، دوسری قسم ''تقدیرِ معلّق'' ہے، یعنی اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ اگر بندہ چاہے تو ہم اس کے نیک عمل اور دعا کے ساتھ اس کی تقدیر بھی بدل دیں گے، ارشاد باری ہے: اللہ جس (لکھے ہوئے) کو چاہے مٹا دیتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) ثبت فرما دیتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب (لوحِ محفوظ) ہے (سورۃ الرعد: ۳۹)۔

مذکورہ حدیث میں نیکی سے عمر میں اضافہ کو علماء نے ''تقدیرِ معلّق'' پر ہی محمول کیا ہے، عمر میں برکت کے درج ذیل مفہوم نکل سکتے ہیں (۱) اللہ رب العزت جس کی عمر میں برکت دیتے ہیں اس کو اپنی توفیقِ خاص سے نواز دیتے ہیں جس کی بنا پر اس کے لئے نیک اعمال کرنا اور گناہوں سے بچنا آسان ہوجاتا ہے (۲) اللہ جل شانہ اس کے اوقات میں برکت رکھ دیتے ہیں اور اس سے کم وقت میں دین کا بہت سارا کام لے لیتے ہیں، تاریخ میں ایسی متعدد شخصیات گزری ہیں جنھوں نے کم عمر میں دین ودنیا کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں (۳)) زندگی میں برکت نیک وصالح اولاد کا ملنا ہے جو کہ دنیا میں باعثِ راحت ہونے کے ساتھ انسان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد اس کے لئے استغفار، ایصالِ ثواب اور دیگر امورِ خیر انجام دیتے ہیں، جس کا ثواب مرنے کے بعد بھی اس کو پہنچتا رہتا ہے۔

☆☆☆

مضامین

سورۃ الرعد کا مختصر تعارف

ابوحذیفہ رشیدی

سورۂ رعد مدنی سورتوں میں ہے جو دوسری مدنی سورتوں کے مانند ہے، یعنی وحدانیت رب تعالیٰ کا اثبات، رسالت کا اقرار مدنظر ہے، بعث وجزاء کا بیان ہے، اوران شکوک کا ازالہ ہے جو مشرکین نے پھیلا دئے تھے۔

ابتداء میں ایک قضیہ کبری یعنی اللہ رب العزت کے وجود پر ایمان اوراس کی وحدانیت ہے جس کو کامل واضح ہونے کے باوجود مشرکین نے جھٹلایا تھا اور وحدانیت رحمٰن کا انکار کیا تھا، حالانکہ ہر وقت اس کی قدرت کی نشانیاں شمس وقمر، سموات وارضین، لیل ونہار کا مشاہدہ کھلی آنکھوں سے کرتے ہیں اس کے علاوہ اس عالم کی لذائذ سے متمتع ہوتے رہتے ہیں۔

پھر اس سورت میں بعث وجزاء کا اثبات ہے پھر اللہ تعالیٰ کے انفرادخلق عالم احیاء اماتت نفع وضرر کی تخصیص پر دلائل وبراہین قائم فرمائے ہیں کہ یہ صرف باری تعالیٰ کی خصائص ہیں اوراس میں قرآن نے حق وباطل کی مثالیں پیش فرمائی ہیں۔

(۱) وہ پانی جو آسمان سے برستا ہے جس سے وادیاں اور گھاٹیاں بھرتی ہیں پھر وہ جمع ہوجاتا ہے اوراس میں جھاگ اٹھ جاتا ہے جس کا کچھ فائدہ نہیں۔

(۲) وہ پانی ہے جو معادن کے اندر ہوتا ہے جس سے برتنوں کو ڈھالا جاتا ہے اور عمدہ عمدہ زیور بنائے جاتے ہیں، سونا چاندی اور دوسرے زیورات صیقل ہوتے ہیں۔

پھر اس سورت میں اہل سعادت وشقاوت کے اوصاف اوران کے لئے اعمی اور بصیر کی مثالیں بیان فرمائی گئی ہیں پھر اس کا اختتام اس پر ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے حق میں رسالت اورنبوت کی شہادت پیش فرمائی ہے کہ بلاشک اللہ کے مرسل ہیں۔

وجہ تسمیہ: رعد اس لئے رکھا گیا کہ اس عجیب مخلوق میں اللہ کی قدرت عظیمہ کا انکشاف ہوتا ہے پانی انسان کیلئے سبب حیات ہے اوراللہ تعالیٰ نے اس کو سحاب سے نازل فرمایا ہے جو عذاب ورحمت دونوں کا محل ہے، ماء میں احیاء ہے اور صواعق میں افناء ہے اللہ تعالیٰ نے نقیضین کو جمع فرمادیا ہے، اسی لئے کسی قائل نے خوب کہا کہ **جمع النقیضین من کمال قدرته هذا السحاب به ماء و نار** تو اس کی قدرت کی کس قدر عظیم وجلیل نشانیاں ہیں۔

سورۂ ابراہیم کا مختصر تعارف

یہ سورت کریمہ عقیدہ کے موضوع پر گفتگو کرتی ہے یعنی ایمان باللہ ایمان بالرسالہ ایمان بالبعث وجزاء کی دعوت کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور رسول کی ذمہ داریوں پر کلام کیا گیا ہے اور جملہ انسانوں کی ہدایت کیلئے انبیاءؑ مبعوث ہوئے ہیں اور اس لئے کہ لوگ حق تعالیٰ کا تعارف حاصل کرلیں اور انسان ظلمات سے نکل کر نورِ ایمان کو حاصل کرلے، مقصدِ بعثتِ انبیاءؑ ایک ہی ہے اگر چہ فروعات میں اختلافات ہوں۔

یہ سورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت اور ان کی دعوت سے بحث کرتی ہے اور منکرین رسل کی مثالیں بتائی ہیں اور ان کے درمیان جو محاورات گفتگو پیش آئی اس کا بیان فرمایا ہے، پھر اس سورت نے آخرت کے مشاہدات ومحاضرات میں ان کا ذکر فرمایا ہے، پھر کلمہ ایمان اور کلمہ ضلالت کی مثالیں شجرہ طبیہ اور شجرہ خبیثہ سے بیان فرمائی ہیں۔

وجہ تسمیہ: جناب سیدنا اب الانبیاءؑ امام التقاء حضرت ابراہیمؑ کا ذکر ہے جنہوں نے بتوں کو توڑا تھا اور توحید کے جھنڈے کو بلند فرمایا تھا، ان کے بعض واقعات بناء بیت اللہ کے قصہ کے بعد مذکور ہو چکے ہیں۔

سورۃ الحجر کا مختصر تعارف

مکی سورتوں میں ہے جس کا اساسی مقصد وحدانیت، نبوۃ، بعث وجزاء ہے، مختلف زمانوں میں انبیاءؑ کے منکرین اور سرکش لوگوں کا کیا انجام ہوا یہ سورت مبارکہ اس محور پر زور دیتی ہے اسی لئے اس کی شروعات انذار وتہدید کے طرز سے ہے اس سورت نے بھی انبیاءؑ کی دعوت کو چھیڑا ہے اور اہل شقاوت وضلالت کا موقف بتایا ہے کہ جتنے انبیاءؑ آئے تمام کا مذاق وتمسخر یہ بنایا گیا ہے، شیخ الانبیاء حضرت نوحؑ سے لیکر خاتم المرسلین سب کے ساتھ یہی طریق پیش آیا ہے منکرین رسل کیا طریقہ رہا ہے اس کو بیان فرمایا ہے۔

(۲) اس عالم کی تکوین اور اس کے عجائب وغرائب پر خاص زور دیا ہے جو اس کے کمال قدرت اور عظمت وجلال پر شاہد ہیں سماء کی تخلیق ارض کی تخلیق ایام اور قسم کی تخلیق حیاۃ وموت حشر ونشر کا بیان کیا ہے۔

(۳) اس سورت نے ایک قضیہ کبریٰ قصہ ہدی وضلال کو بیان فرمایا حضرت آدمؑ وابلیس کی شکل وصورت میں۔

(۴) حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ سے دوسرے انبیاءؑ کے واقعات کی طرف انتقال بیان فرمایا ہے جس کا مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا ہے تاکہ آپ کے یاس وناامیدی سے دور رہیں، حضرت لوط، حضرت شعیب، حضرت صالح علیہم السلام اور ان کی اقوام کے حالات لائے ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام عندالجمہو ر نبی ہیں اور علامہ قشیریؒ نے ان کو ولی فرمایا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ نبی ہیں جیسا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے اور اس سے ملاحدہ کا اعتراض ختم ہوجاتا ہے، کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ولی نبی سے افضل ہے مگر یہ خیال جہالت پر مبنی ہے اور نبوت ولایت سے بدرجہا افضل ہے بلکہ بقول بعض اولیاء اللہ جس مقام سے نبوت کا آغاز ہوتا ہے وہاں ولایت کی انتہاء ہے اور مولانا محمد احمد صاحبؒ نے کیا خوب فرمایا ہے ایک وعظ میں مقام نبوت اور مقام ولایت پر کلام فرماتے ہوئے کہ لوگ مقام ولایت کو بڑی چیز سمجھتے ہیں حالانکہ اولیاء انبیاءؑ کے سامنے کچھ نہیں ہیں ایک مرید ہے اور دوسرا مراد حق ہے اس پر براہ راست اللہ کی نظر ہوتی ہے اور کھلی آنکھوں سے اللہ کے جمال وجلال کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کا نام (۱) الیاس ہے (۲) ارحیاء (۳) بلیاء (۴) الیسع (۵) احمد۔ ابوالعباس کنیت ہے۔ والد کا نام ملکان ہے، جمہور امت کے نزدیک آپ نبی ہیں رسول نہیں ہیں (۲) رسول ہیں (۳) ولی ہیں، کمامر۔

اور بعض نے فرشتہ قرار دیا ہے یہ بعید ہے، علامہ ابن الاثیر نے البدایہ والنہایہ ص:۳۰۳ ر میں فرمایا ہے کہ ان کا نام ونسب حیات وموت سب امور میں اختلاف کثیر ہے، حافظ ابن عسا کر نے فرمایا ہے کہ خضر حضرت آدمؑ کے صلبی بیٹے ہیں خضر ابن آدم، قابیل کے بیٹے ہیں خضرون بن قابیل بن آدم ہیں ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب حضرت آدمؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی تھی کہ ان کے جسم کو سفینہ میں رکھ لینا اور اس جگہ دفن کردینا جو انہوں نے متعین فرمائی تھی، جب طوفان آیا حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں تو نوح علیہ السلام نے اس نعش مبارک کو لے لیا اور جب طوفان ختم ہوا تو لوگوں کو دفن کرنے کیلئے فرمایا مگر کوئی تیار نہیں ہوا حضرت خضر علیہ السلام تیار ہوئے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ انہوں نے دعا فرمائی تھی کہ جو یہ ذمہ داری لے گا اللہ پاک اس کو سب سے لمبی عمر دیں گے۔

(۵) پھر سورت حجر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور تذکیر بالنعمۃ العظمٰی کے موضوع پر ختم فرمایا ہے قرآن مجید نازل فرمایا ہے اور صبر وسکون کی تلقین فرمائی اور اس میں آپ کو نصرت کی بشارت سنائی گئی ہے۔

وجہ تسمیہ: اس سورت میں حضرت صالح اور ان کے لوگ حضرت ثمودؑ کے حالات میں قبیلہ ثمود کے اور ان کے دیار حجر مقام میں تھے جو مدینہ اور ملک شام کے درمیان ہیں وہ بڑے بڑے پہاڑ وں میں مکانات تراش لیا کرتے تھے اور ان میں زندگی گزارتے تھے، سمجھتے تھے کہ ہمیں موت نہیں آئے گی جب وہ امن واطمینان سے ہوگئے صبح کے وقت میں ایک سخت قسم کا عذاب نازل ہوا جس نے ان تمام کو ہلاک کردیا **فاخذتھم الصیحۃ مصبحین فما اغنی عنھم ما کانو یکسبون۔**

☆☆☆

مضامین

شرک سے متعلق کچھ تفصیلات

ابوعبدالرحمٰن مکی

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ پر شرک و بدعات کے تعلق سے کچھ تفصیل قارئین کے سامنے رکھی جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ بزرگان دین کی عقیدت میں غلو اور افراط کی وجہ سے ہم خدانخواستہ شرک میں مبتلا ہوجائیں اور دوسروں کو بھی اس میں مبتلا کریں، نام ہو بزرگوں کی عقیدت کا اور کام ہو مشرکانہ، جس سے وہ اہل اللہ بھی بیزار ہیں جن کے مزارات پر اور جن کی عقیدت کے عنوان سے یہ سب کچھ کیا جارہا ہے، وہ حضرات خود توحید پرست تھے، توحید کے قائل تھے اور اسی کے داعی و مبلغ تھے، اور توحید میں کمال اور فنائیت ہی ان کی زندگی کا محبوب مشغلہ تھا:

شرک کی حقیقت اور اس کا نقصان

''توحید'' اردو زبان میں ایک ماننے کو کہتے ہیں اور شرک کے معنی ساتھ ملانے کے ہیں۔ اولاً تو مسلمانوں پر یہی فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو جانیں اور شرک سے بچیں۔ توحید اس کا نام نہیں کہ خدا کو زبان سے ایک کہے اور اپنی حاجتوں اور مرادوں کے واسطے پیغمبر اور پیروں کی نذریں مانے اسی کا نام تو شرک ہے، بلکہ توحید کے یہ معنی ہیں کہ صرف اللہ ہی کو ہر چیز کا مالک ومختار جانے اور یہ جانے کہ اس کے سوا پیر ہوں یا پیغمبر، فرشتے ہوں یا شہید کسی کو کچھ اختیار اس کے کارخانے میں نہیں، اس کے روبرو سب عاجز اور بے اختیار ہیں۔

اور شرک اس کا نام نہیں کہ آسمان وزمین کا مالک اللہ کے سوا کسی اور کو جانے یہ تو کوئی مشرک اور کافر بھی نہیں کہتا، وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے بلکہ شرک کے معنی ہیں کہ اللہ نے جو چیزیں اپنے واسطے خاص کرلی ہیں ان میں کسی دوسرے کو بھی ملانا جیسے بارش کا برسانا، رزق کا دینا، بیمار کا اچھا کرنا، آفتوں اور بلاؤں سے بچانا، اولاد کا دینا، غیب کی بات جاننا، ہر جگہ پر حاضر وناظر رہنا، لوگوں کی مدد کرنا، مارنا، جلانا (زندہ کرنا) یہ سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے، ان باتوں میں کسی دوسرے کا بھی اختیار سمجھنا بس یہی شرک ہے کہ جس کے مٹانے کے واسطے قرآن شریف اترا اور پیغمبر خدا کافروں سے لڑے، قرآن شریف میں ہزاروں جگہ اس کا بیان ہے

اگر سب آیتیں لکھی جائیں تو مضمون طویل ہو جائے گا اس لئے چند آیتیں لکھی جاتی ہیں، دل سے پڑھنا چاہئے !!۔

ارشاد باری ہے ''قُلْ لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعاً وَّلَا ضَرّاً اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰہُ وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَااسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ'' (سورۃ الاعراف پارہ ۹)۔ (اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتا ہے کہ اے نبی!) تو کہدے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا نہ برے کا مگر جو اللہ چاہے، اگر جانا کرتا میں غیب کی بات تو بہت خوبیاں جمع کر لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی، میرا کام سوائے اس کے کچھ نہیں کہ عذاب سے ڈراتا ہوں اور ثواب کی خوشخبری سناتا ہوں ایمان والے لوگوں کو۔

فائدہ: یہ تو سب جانتے ہیں کہ پیغمبر خدا کے برابر کوئی اللہ کا بندہ مقبول نہیں پھر جب انہیں کو خود اپنی جان کے نفع اور ضرر کا کچھ اختیار نہیں اور وہ بھی غیب کی بات نہیں جانتے تو امام اور پیر کس گنتی اور شمار میں ہیں۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ مدد چاہنا اور حاجتیں مانگنا سوائے اللہ کے اور کسی سے نہیں چاہئے، پیر ہوں یا پیغمبر، ولی ہوں یا شہید۔

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے بہت سی چیزوں کی خبر دی ہے کہ آگے یوں ہوگا اگر ان کو علم غیب نہ تھا تو خبر کیوں کر دی؟ اور اولیاء کا بھی اسی طرح حال ہے۔ دیکھو! فلاں بزرگ نے کہا تھا کہ ہم فلاں روز مریں گے اور ویسا ہی ہوا، اور کسی سے کہا تھا کہ تیرے چار بیٹے ہوں گے تو چار ہی ہوئے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ یہ ان کو اللہ کے بتانے سے معلوم ہوا اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں، مشہور ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں رویا کرتے تھے معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں، جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ ہوئے تب ان کو ان کی خبر معلوم ہوئی اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو کیوں روتے؟ اور کافروں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی تھی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت رنج ہوا تھا جب بہت دنوں کے بعد خدا نے قرآن میں فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پاک صاف ہے، کافر جھوٹے ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا، اگر پہلے سے خبر ہوتی تو غم کیوں کرتے؟۔

پھر جب پیغمبروں کی حالت یہ ہے تو بھلا اولیاء کا کیا رتبہ؟ ہر ایک چیز کا حال جاننا آدمی کا کام نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔

☆☆☆

مضامین

حضرت شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ - احوال واقوال

حضرت مولانا محبوب احمد قمر الزماں الہ آبادی

آپ ۱۲۰۸ھ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد حضرت شاہ اہل اللہ رحمہ اللہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن لکھنویؒ کے مرید تھے سلوک وتصوف میں ہندوستان کے ممتاز بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں ۔آپ کے چند معمولات واقوال افادۂ عامہ کیلئے پیشِ خدمت ہیں:

معمولات: بعد نماز مغرب اذکار اوشغال سے فرصت پا کر حجرۂ مسجد میں کچھ دیر مراقبہ میں رہتے تھے، اکثر مراقبہ محبت کا فرماتے تھے اور کبھی دوسرا مراقبہ بھی فرماتے تھے، اس لئے بعض مردیوں سے ارشاد فرمایا کہ مراقبۂ محبت **یحبھم ویحبونہ** کا کرتا ہوں، پھر آپ حویلی میں جا کر طعام تناول فرماتے تھے، آپ کے کھانے میں اکثر باجرہ کی روٹی کہ بہت محبوب ہوتی تھی اور کبھی مونگ کی یا ماش وغیرہ کی دال بھی ہوتی تھی، قلیل سی کھا لیتے تھے اور کبھی کھچڑی، مٹی کے برتن میں ہمیشہ کھاتے تھے اور بوریے پر بیٹھتے تھے، عشاء کی نماز بہت ہی سویرے ہوتی تھی، بعد ادائے نماز لیٹ جاتے تھے، پھر کلام نہیں فرماتے تھے۔

آپ تہجد کے وقت بہ نسبت تمام دن کے بہت خوش رہتے تھے اور لوگوں سے فرماتے تھے کہ اس وقت جاگا کرو اور استغفار پڑھو کہ اس وقت کا جاگنا بڑی فضیلت ہے، تہجد کیوقت کبھی اس قسم کے اشعار پڑھا کرتے تھے ؎

ہمارے پاس کیا ہے جو فدا کریں تجھ پر — مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہیں
ارض وسما کہاں تری وسعت کے سامنے — میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

تحفہ وتبرک: بوقت رخصت جو چیز آپ کے پاس موجود ہوتی تھی جیسے کپڑا، برتن یا کھانے کی چیز مسافروں کو دیتے تھے، کسی کو چلتے وقت لوٹا اور دری عنایت فرماتے تھے، اور جس کے پاس راستہ کا خرچ نہیں ہوتا تھا آپ زادِ راہ اپنے پاس سے دیتے تھے، اور نہ مخفی رہے کہ جو لوگ محض طلبِ خدا میں آتے تھے جلدی اپنی زبان سے نہیں فرماتے تھے کہ چلے جاؤ۔ قبل علالت کے آپ کی عادت تھی کہ دروازۂ مسجد تک مسافروں کو پہنچانے آتے تھے اور بزرگانِ دین کو بستی کے باہر تک بھی پہنچانے آتے تھے۔

خفگی اور اس کا سبب: مولوی تجمل حسین صاحبؒ لکھتے ہیں: ایک بار ہم نے عرض کیا کہ حضرت! اس زمانہ کے آدمی اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مولانا کا سب عمل سنت پر ہے مگر مخلوق سے اس قدر بگڑنا یہ کیسی سنت ہے؟ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ میاں ادھر آؤ، اور کان میں فرمایا کہ اوپر کے جی سے میں گھُڑ کا کرتا ہوں، اور ہم نے اپنے خالق سے پہلے ہی دعا کر لی ہے کہ جس کے لئے میں بددعا کروں وہ دعا سمجھی جائے، ورنہ ہجوم خلق سے نماز پڑھنا مشکل ہو، دہقانی (دیہاتی) لوگ بہت تنگ کریں۔

دردِ محبت: مولاناؒ کے خمیر میں درمحبت کی ایسی چنگاری تھی کہ ایک ذرا سی تحریک سے مشتعل ہو جاتی تھی اور آپ پر وجد و کیفیت اور عشق و سرمستی کی ایک حالت طاری ہو جاتی تھی، اکثر زبان مبارک سے قائمؔ کا یہ شعر پڑھتے تھے جو بالکل حسب حال تھا ؎

دل ڈھونڈھنا سینہ میں مرے بوالعجبی ہے — اک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اور آگ دبی ہے

اس دبی ہوئی آگ کو اگر کوئی چھیڑ دیتا یا ہوا دے دیتا تو سارے جسم سے اس کی آنچیں نکلنے لگتیں اور پاس بیٹھنے والوں کو بھی اس کی گرمی اور آنچ محسوس ہوتی۔

ایک آیت پر کیفیت: مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں: ایک بار مولانا محمد علی صاحبؒ وغیرہ کا مجمع تھا، قرآن شریف کا ترجمہ ہوا، رکوع یہ تھا **واذکر فی الکتب ابراھیم انه کان صدیقا نبیا** اس کا ترجمہ فرمایا بعد اس کے وہ آیت پڑھی گئی جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بیان میں ہے **وکان عند ربه مرضیا** ترجمہ فرمایا کہ ''تھا اپنے رب کا پیارا'' یہ فرما کر چیخ ماری اور آپ پر گویا کیفیت مدہوشی کی طاری ہوئی، اس واقعہ کے بعد دو مہینے سخت علیل رہے۔

اللہ و رسولؐ پر جان قربان کرنا چاهئے: مولانا محمد علی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز ارشاد فرمایا کہ پڑھنے پڑھانے سے کیا ہوتا ہے دیکھو میں کچھ قرآن شریف پڑھ لیتا ہوں اور تھوڑا سا کچھ اور، پھر لطف میں آکر فرمایا کہ اللہ و رسولؐ پر جان قربان کرنا چاہئے، اس سے بہت کچھ ہوتا ہے اور چند شعر پڑھے۔

فائدہ: جان قربان کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ و رسولؐ کی کامل اطاعت کریں اور ان کی مرضی پر قربان ہو جائیں (قمر الزماں)۔

اللہ کی محبت میں مزا: ارشاد ہوا کہ اللہ کی محبت میں جو مزہ ہے وہ جنت کی چیزوں میں

نہیں ہے، حور وقصور اور کھانے کی چیزیں اور حوض کوثر ان سب کا مزہ اس مزہ کے روبرو کچھ نہیں ہے، عاشقوں کو جنت بھی اسی وجہ سے پسند ہوگی کہ اس میں اسی کا جمال ہے، ہمیں یہ مزہ قرآن مجید پڑھنے میں آتا ہے، جنت میں جب ہمارے پاس حوریں آئیں گی تو ان سے کہیں گے کہ آؤ ذرا قرآن مجید تو سن لو۔

حضور ﷺ سے تعلق وعشق : مولوی تجمل حسین اور نواب نورالحسن خاں لکھتے ہیں کہ حضرتؒ نے حضور ﷺ کے ذکر میں پڑھا:

جن گلیاں میں چلیں　　　وہ گلیاں میں پلکن بہوروں

نواب نورالحسن مرحوم لکھتے ہیں: ایک صاحب نے دو کتابیں تصوف کی حضرت قبلہ کی خدمت میں پیش کیں، حضرت نے فرمایا کہ میں کوئی کتاب تصوف کی نہیں دیکھتا اور میرا دل خود تصوف ہے اور میرا تصوف یہ ہے پھر سورۂ مزمل کی پہلی آیت پڑھ کر ترجمہ فرمایا اور شعر نعت کا پڑھا

تر ہوئی باراں سے سوکھی زمیں　　　یعنی آئے رحمۃ للعالمیں

اتباعِ سنت اور احترامِ شریعت: اس عشق ومحبت کے ساتھ آپ کے اندر غایت درجہ کا اتباعِ سنت اور احترامِ شریعت تھا، چنانچہ مولوی تجمل حسین صاحب لکھتے ہیں: میں نے عرض کیا کہ حضور نے کونسا عمل عمدہ فرمایا ہے کہ اس درجہ کو پہنچے؟ ارشاد ہوا کہ سنتِ رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے سے۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ غوث ہو یا قطب، جو خلافِ شرع کرے وہ کچھ بھی نہیں، نیز ارشاد فرمایا کہ اتباعِ سنت یہی غوثیت اور قطبیت ہے، ایک جلسہ میں یہ ارشاد ہوا کہ **فاتبعونی یحببکم اللہ** اس کا ترجمہ کہو، پھر خود ہی فرمایا کہ ہماری چال چلو تب پیا کرے گا اللہ تم لوگوں کو۔ نیز ارشاد فرمایا کہ جو بات شریعت کے اتباع اور ان اعمال سے حاصل ہوتی ہے جو حدیث میں آئے ہیں وہ کسی سے نہیں ہوتی۔

اذکار واوراد میں حدیث کی پیروی: مولانا سید محمد علیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ بعد ظہر **انا فتحنا** پڑھنا چاہئے؟ ارشاد ہوا کہ حدیث میں نہیں آیا، پھر عرض کیا کہ بعد عصر **عم یتساء لون** پڑھنا چاہئے؟ ارشاد ہوا کہ یہ بھی حدیث میں نہیں آیا، مگر میں کبھی بعد عصر اور کبھی قبل عصر پڑھ لیتا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت قبلہ نے یہ دعا پڑھی: **اللھم اغفرلی ذنبی ووسع لی فی داری فبارک لی فی رزقی** اے اللہ میرے گناہ معاف فرمادے اور میرے گھر میں وسعت دیجئے اور میرے رزق میں برکت عطا فرمائیے۔ اور ارشاد ہوا کہ وضو کے اندر اسی دعاء کا پڑھنا حدیث سے ثابت ہے اور کسی دعا کا پڑھنا حدیث میں نہیں آیا۔

فائدہ: کتنی جامع دعا ہے،کاش مسلمان اسی دعا کو دل سے پڑھتے تو دین ودنیا کی نعمتیں سبھی حاصل ہوجاتیں۔

ماثور دعائیں: فرمایا کہ مشائخ سے جو دعائیں منقول ہیں ان میں وہ تاثیر نہیں جو کہ حضورﷺ نے دعائیں فرمائیں ہیں ان میں ہے۔

درود شریف کی اہمیت: ارشادفرمایادرود شریف بکثرت پڑھو جو کچھ ہم نے پایادرود سے پایا۔

فنافی الرسول کا مطلب: ارشادفرمایا کہ افعال ظاہری رسول اللہﷺ بسہولت، اور بے تکلف ہونے لگنا یہی فنافی الرسول ہےاور کچھ نہیں۔

علم وعلماء کا احترام: مولوی سید تجمل حسین صاحبؒ فرماتے ہیں جب مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی ملاقات کوتشریف لے گئے تو اتنی بڑی خوشی آپ کوتمام عمر نہیں ہوئی تھی، آپ نے اپنی چار پائی پر بٹھایااور تعظیم کی اور فرمایا کہ میں نے بوڑھا ہوکر تمہاری تعظیم بسبب تمہارے علم کے جو کی اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعظیم کی تھی اور جناب احمد میاں صاحب کو بلا کر فرمایا کہ تم کوان کے آنے سے خوشی ہوئی یانواب حیدرآباد کے آنے سے؟ حضرت احمد میاں نے فرمایاان کے آنے سے میں خوش ہوا،حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے نئے مکان کے دالان میں چار پائی بچھاؤ کہ یہاں مسجد میں زمین پر تکلیف ہوگی اور کھانا ان کے واسطے اچھا تیار کرو۔ جب مولانا احمد علی صاحبؒ تشریف لائے ان کے آنے میں بھی آپ نے بہت خوشی کی، اس لئے کہ آپ مولانا شاہ اسحٰق صاحبؒ کے شاگرد تھے۔

قرآن اور حدیث سے عشق: قرآن وحدیث سے آپ کوایسا شغف تھا جس کوعشق سے کم کسی لفظ سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، آپ کے واقعات وکیفیات سے ہی اس کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

مولوی تجمل حسین صاحبؒ لکھتے ہیں: ایک روز آپ تلاوت قرآن کررہے تھے کہ آپ پر کیفیت طاری ہوئی، راقم سے فرمایا کہ جولذت ہم کوقرآن میں آتی ہے اگر تم کووہ لذت ذرہ بھر آوے تو ہماری طرح نہ بیٹھ سکو کپڑے پھاڑ کر جنگل نکل جاؤ، آپ نے آہ کی اور حجرہ میں تشریف لے گئے اور کئی روز تک بیمار رہے۔

حضرت مولانا سید محمد علی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے ابتداء میں حضرت سے عرض کیا کہ ہم کو جومزہ شعر میں آتا ہے قرآن شریف میں نہیں آتا، آپ نے فرمایا ابھی بُعد ہے، قرب میں جومزہ قرآن شریف میں ہے کسی میں نہیں۔ (مشائخ نقشبندیہ مجددیہ/ص:۱۳۳)

وفیات

سماج کی تعلیم وتربیت اور ملی اتحاد کے علم بردار

حضرت مولانا حکیم محمد عبداللہ مغیثی رحمہ اللہ

بخدمت عزیزانِ گرامی قدر مولانا عبدالخالق مظاہری ومولانا ڈاکٹر عبدالمالک مغیثی صاحبان

الهمكم الله الصبر والسلوان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کرے جملہ افرادِ خانہ ومتعلقین بخیر وسلامت ہوں!

سرِ دست ۳؍ذوالقعدہ ۱۴۴۷ھ/ ۲۱؍اپریل ۲۰۲۶ء کومخدوم گرامی قائدملی اتحاد اور مجموعۂ حسنات شخصیت حضرت مولانا حکیم محمد عبداللہ مغیثی رحمہ اللہ کوخراج تحسین پیش کرنے اوران کے دینی دعوتی تعلیمی اور فلاحی خدمات ومنصوبوں کوتازہ کرنے کیلئے ''جامعہ رحمت'' گھگھر ولی میں منعقد ہورہے پروگرام میں شرکت کی یاددہانی اس ناچیز کیلئے سعادت اورنصیبہ وری کی بات تھی خصوصاً اس لئے بھی کہ آپ ملک وملت کی ان بافیض قومی شخصیات میں نمایاں شناخت کے حامل تھے جن کے مفید اثرات دیرا ور دور تک متعدی ہوئے ہیں، **فجزاه الله عنا وعن جميع المسلمين۔**

درحقیقت آپ میرے والد بزرگوار حضرت مولانا قاری شریف احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز کے قریبی دوست، خیرخواہ اور بندہ کیلئے بھی مہربان ومجسمۂ شفقت تھے۔

حضرت مولانا کی یاد میں منعقد ہونے والی آج کی اس نمائندہ مجلس میں ارادہ تھا کہ شرکت کرکے اہل علم وفضل حضرات کے وقیع ارشادات سے استفادہ کرتا لیکن پہلے سے طے شدہ ایک نظامِ سفر کے باعث یہ خواہش پوری نہ ہوسکی **وكان امر الله قدرا مقدورا۔**

بہرکیف حضرت مولانا اپنی خدمات وخصوصیات کا ایک مجمع البحرین تھے، وہ کئی جہتوں کے مالک، ایک مدبّر اور زمانہ شناس انسان تھے، دارالعلوم دیوبند کے چشمۂ صافی کے بھی جرعہ نوش رہے، جمعیت علماء ہند سے ایک زمانہ تک فعال وابستگی رہی، فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ آپ کی انقلابی صلاحیتوں کے

قدر دان تھے اور تعمیرِ ملک وملت کے باب میں شانہ بشانہ رہے، راہیں الگ ہوئیں تب بھی مولانا مغیثی صاحب نے ہمت نہیں ہاری بلکہ پہلے سے زیادہ تازہ دم ہوکر دین وملت کے لئے وقف ہوگئے۔

حضرت کے یہاں نسبتوں کا بہت احترام تھا، جب بھی ملاقات ہوئی ان کی بزرگانہ ادائیں دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں، وہ ہمارے دیار کے ان اہلِ عزیمت اور باتوفیق دینی وملی رہنماؤں میں سرفہرست تھے جنہوں نے ملک گیر سطح پر اپنی قیادت وسیادت کے گہرے نقوش چھوڑے۔

حضرت مولانا عبداللہ مغیثی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان خوش حال اور سماجی روایتوں کا نقیب مگر دین پسند خاندان رہا ہے، وضع داری جس کا وطیرہ اور شرافت پہچان رہی ہے۔

حضرت مولانا اسی وجیہ خاندان کے درِ نایاب تھے، آپ نے نصف صدی سے زائد عرصہ (تقریباً پینسٹھ برس) تک سرزمین اجراڑہ کو مرکز بنا کر دانش وادب اور سماج وملت کی مخلصانہ خدمات انجام دیں۔

آپ بہترین منتظم، باشعور ملی قائد اور اصلاح وتربیت کا مخلصانہ جذبہ رکھنے والے روشن ضمیر عالم دین تھے، ایک دینی مکتب سے لے کر اعلیٰ عصری تعلیمی اداروں کے قیام تک، مساجد کے منبر ومحراب سے لے کر ایوانِ اقتدار تک ان کے کردار وعمل کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے جو ان شاء اللہ العزیز دین وملت کے بہی خواہوں کو مہمیز کرتی رہے گی۔

یہ دنیا ایک سرائے فانی ہے جہاں کا قیام عارضی بھی ہے اور ناپائیدار بھی مگر ان خوش نصیبوں کا کیا کہنا جو رب چاہی زندگی گزار کر آخرت کی راہ لے لے، ہمارا یقین ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کاروانِ بہشت میں شامل ہوں گے اور ان کے باقیات صالحات صدقۂ جاریہ کے بطور مقبول ومثاب ہوں گے، آمین، وما ذالک علی اللہ بعزیز.

حاضرین وواقفین کی خدمت میں سلام عرض ہے اور دعواتِ صالحہ میں شامل کر لینے کی درخواست۔

والسلام

خالد سیف اللہ گنگوہی
خادم حدیث نبوی شریف
جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ
۲/۱۱/۱۴۴۷ھ/۲۰/۴/۲۰۲۶ء

خطبات

جمعہ کا دن،عظمت وفضیلت اور ہمارا حال

زیرنظر مضمون دراصل رئیس الجامعہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا وہ بیان ہے جوآپ نے ۲۰۲۵/۱۲/۱۲ء زکریا مسجد میں نماز جمعہ سے قبل فرمایا تھا،موضوع کی اہمیت کے پیش نظر مذکورہ بیان حضرت کے مرید جناب حافظ اکرام الحسن کاندھلوی نے ریکارڈ کرلیا تھا،موصوف کے شکریہ کے ساتھ افادۂ عام کے لئے نذرِناظرین کیا جارہا ہے۔

نوٹ:حضرت موصوف کے بیانات khalid saifullah gangohi کے نام سے یوٹیوب چینل پر سنے جاسکتے ہیں،گروپ میں شامل ہونے کیلئے رابطہ:9634221786

الحمدلله و کفیٰ و سلام علی عباده الذین اصطفٰی امابعد!

اعوذبالله من الشیطن الرجیم o بسم الله الرحمن الرحیم

مَنۡ خَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ وَجَآءَ بِقَلۡبٍ مُّنِیۡبِ ۣاۡدۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِکَ یَوۡمُ الۡخُلُوۡدِo

قابل صداحترام واجب الاکرام بزرگو! آج جمعہ کا دن ہے ایک عظیم الشان دن ہے،اوراللہ کی عبادت کا دن ہے انسان پورا ہفتہ اپنی مصروفیات میں رہتا ہے،جمعہ کا دن آتا ہے اس لئے تاکہ بندہ اللہ کی عبادت کیلئے فارغ ہوجائے،خوش قسمت ہیں وہ لوگ جواس بات کو سمجھتے ہیں اور جمعہ کے دن کو عبادت کیلئے فارغ کرتے ہیں،مگر ایسے بہت کم لوگ ہیں،جو جمعہ کی عظمت واہمیت کو جانتے ہیں،جانتے تو بہت سارے ہیں مگر عمل کرنے والے بہت کم ہیں ،اگر ماننے والے عمل کرنے والے زیادہ ہوں گے تبھی اللہ پاک کی رحمت متوجہ ہوگی،یہ دن اللہ پاک نے اورامتوں کو بھی عنایت فرمایا تھا،یہود کو اور عیسائیوں کو بھی دیا تھا مگر یہود اور عیسائیوں نے اس کو ضائع کردیا اوراس کو کچھ اہمیت نہ دی یہ خیران سے فوت ہوگئی وہ اس خیر سے محروم ہوگئے،انہوں نے بار کے دن کو اختیار کرلیا اور کسی نے اتوار کے دن کو اختیار کرلیا،شروع شروع میں تو شوق رہا عبادت کرنے کا ان کے پرانے لوگوں میں،جب نئ نسلیں آئیں تو نئ نسلوں نے بالکل اس کی طرف توجہ ہی نہیں کی اوراپنی خرافات میں لگ گئے دنیاداری میں مگن ہوکر خرافات میں لگ گئے،اللہ پاک نے جو خیران کو دینے کا ارادہ فرمایا تھا وہ اس خیر سے محروم ہوگئے۔

جمعہ کا دن اور ہمارا حال

پھر اللہ پاک نے جمعہ کا دن اس امت کو عنایت فرمایا،اس امت میں دوقسم کے لوگ پائے جاتے ہیں کچھ

تو واقعی اہتمام کرتے ہیں جمعہ کے دن کی تیاری کرتے ہیں، حرمین شریفین میں تو وہاں کی وجہ سے اہتمام ہوتا ہے، لوگوں کو شوق رہتا ہے، بڑے شہروں کے لوگ بھی غنیمت ہیں، وہاں یہ سوچ کر لوگ جلدی جاتے ہیں کہ بعد میں جگہ نہیں ملے گی اور وہ لوگ خوش قسمت ہیں جو پہلے آتے ہیں وقت نکال کر آتے ہیں اور اللہ کو راضی کرنے کیلئے آتے ہیں، ان کا مقصد ہوتا ہے کہ ہمیں کچھ حاصل ہو جائے، بڑے شہروں میں الحمدللہ اس کا رواج بڑھ رہا ہے، لوگ اہتمام کرتے ہیں، ہمارے قصبات میں جو پورے دین کے علاقے ہیں وہاں اس کا الٹا ہو رہا ہے، ان کے اندر اس کی اہمیت نہیں پائی جاتی اور اس کو بھی عام دنوں کی طرح ہی چلا رہے ہیں، عین وقت پر آتے ہیں اور جلدی نکلنا چاہتے ہیں گویا کہ وہ کہیں اجنبی جگہ پر آئے ہوئے ہیں ایسی جگہ پر نہیں جہاں سے ان کو محبت ہے، کیا یہ اچھی علامت ہے؟ یہ بہت بے کار علامت ہے جس کے بارے اللہ پاک کا مقصد خیر کا ہوتا ہے اس کو جلد آنے کی توفیق ملتی ہے وہ شوق سے آتا ہے جذبہ سے آتا ہے، جو آدمی جمعہ کیلئے پہلے آرہا ہے تو اس کو اللہ کے دربار میں بھی جگہ ملے گی جب اللہ کا دربار قیامت میں ہوگا وہ بھی جمعہ کے حساب سے ہوگا، آپ کو اگر یہ جاننا ہو کہ اللہ کے دربار میں پہلے جگہ کسے ملے گی تو جمعہ کے دن مسجد میں اسی حساب سے دیکھو، اور جو لوگ عام دنوں کے حساب سے آرہے ہیں ان کے دلوں میں جمعہ کی بھی اہمیت نہیں، وہی سستی و کاہلی ان کا مزاج، وہی خرافات میں ان کا دماغ، تو یہ لوگ خیر پانے والے نہیں ہیں، یہ تو خیر سے محروم رہنے والے لوگ ہیں، ان کو جگہ ملے گی تو کہاں بالکل اخیر میں ملے گی، یہ مضمون ابن ماجہ شریف کی روایت میں موجود ہے کہ اللہ پاک کے یہاں آخرت میں جو دربار قائم ہوگا وہ جمعہ کے اعتبار سے ہوگا، جو جمعہ میں پہلے آنے والا تھا اسی کو تقدم ہوگا اور اس پر اللہ پاک کی خاص عنایت و مہربانی ہوگی۔

ہمارے علاقہ کے بارے میں لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہاں دین کے قلعے ہیں دینی ماحول ہے، بیشک اللہ پاک کی عنایت ہے مدارس بھی ہیں علماء بھی ہیں اکابر اولیاء اللہ کی برکات ہیں، باقی عوام کا مزاج جو دین کی طرف ہونا چاہئے وہ نا کے برابر ہے، ایک بار راجستھان جے پور گیا تو وہاں اکثر لوگوں کو دیکھا کہ ان کا لباس بھی اچھا اور صورت و شکل بھی شریعت کے مطابق تھی اتنے اثرات تھے وہاں، بنارس میں لوگ سیدھے سادے بھی ہیں اور دیندار بھی ہیں اکثر و بیشتر بہت سادہ لباس پہنتے ہیں جبکہ وہ بہت بڑے مالدار ہیں بڑے کاروبار والے بھی ہیں ان کو دیکھ کر اندازہ نہیں ہوسکتا، جہاں کی عوام اپنے علماء کی باتیں مانتی ہے ان کی اصلاح ہو جاتی ہے ان کو فائدہ ہو جاتا ہے، وہ اثرات لیتے ہیں کہ ہاں بات ہمارے فائدہ کے لئے کہی جا رہی ہے، اور جہاں اپنے آپ کو مستغنی اور بے نیاز سمجھتے ہیں محتاج ہی نہیں سمجھتے کہ ان کو کچھ کہا جائے تو وہاں کی عوام پھر اسی حالت میں رہ جاتے ہیں،

افسوس بھی ہوتا ہے دیکھ کر کہ دوسرے علاقوں کے اندر دینداری کا ماحول زیادہ ہو رہا ہے اور جن علاقوں میں دین کے غلغلے ہیں اور چرچے ہیں وہاں عوامی سطح پر بے دینی کے اثرات ہیں، جو خصوصی طور پر اپنے طور پر لوگ دیندار ہیں وہ الگ بات ہے، عالم ہونا ایک الگ بات ہے دیندار ہونا الگ بات ہے دین کا مزاج رکھنا الگ بات ہے، ایک آدمی فضیلت کو جانتا ہے عمل کچھ بھی نہیں۔

عظمت وفضیلت

جمعہ کی اتنی بڑی فضیلت اللہ اکبر کبیراً! جمعہ کے دن جو آدمی اپنی اہلیہ سے ملاقات کر کے اور غسل کر کے آئے اتنا بڑا ثواب ہر قدم پر ایک سال کے اعمالِ صالحہ کا ثواب لکھا جاتا ہے، ایک سال کے قیام وصیام کا ثواب لکھا جاتا ہے، جیسے ہر رات اس نے عبادت میں اور اللہ کی یاد میں گزاری ہو، اتنا بڑا ثواب!۔

حضرت مولانا محمد عاقل صاحبؒ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور کہا کرتے تھے کہ میری نظر میں اتنا بڑا ثواب صحیح اور قوی روایات میں کسی کا نہیں گزرا، اتنا بڑا ثواب جمعہ کا رکھا ہے، جو آدمی پہلے آتا ہے اول وقت پر آتا ہے اس کے لئے ثواب کتنا ہے جیسا کہ اس نے اونٹ کی قربانی کی ہو، اس کے بعد میں گائے کی قربانی کے برابر، اس کے بعد میں آنے والے کو اس سے چھوٹے جانور کی، معلوم ہوا کہ جو بالکل اخیر میں آئے گا اس کو اسی حساب سے ثواب ملے گا، سستی کرنے کی باتیں شیطان ذہن میں ڈالتا ہے تو انسان پھر خیر سے محروم ہو جاتا ہے جمعہ کا دن اس قدر افضل دن ہے کہ اسی دن اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا فیہ خلق آدم اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے مخلوق کی تخلیقات کا قصہ اسی دن مکمل ہوا، آدم علیہ السلام کی تخلیق پر آکر تمام دنیا کی تخلیق آسمان کی، زمین کی، اشجار کی، ابحار کی، دریاؤں کی، پہاڑوں کی غرض کہ ہر چیز کی تخلیق اسی دن مکمل ہوئی، اسی دن میں قیامت بھی قائم ہوگی اور اس میں ایک ساعت ہے ساعتِ اجابۃ انسان اللہ سے جو مانگتا ہے وہ اس کو ملتا ہے اس ساعت کی تلاش میں مشائخ سرگرداں رہتے تھے، پورا پورا دن اس کو ڈھونڈنے میں رہتے تھے، یعنی اعمال کرتے تھے کبھی نوافل پڑھتے تھے کبھی تسبیح وتہلیل کرتے تھے کبھی سورۂ کہف پڑھتے تھے کبھی ذکر کرتے تھے اتنی بڑی فضیلت کا دن ہے یہ، اور یہ دن اللہ پاک نے یہودیوں اور عیسائیوں کو بھی دیا تھا انہوں نے ضائع کر دیا۔

مکتوباتِ مشاہیر — ساتویں قسط

حضرت مولانا سیف اللہ صاحبؒ سابق مبلغ دارالعلوم دیوبند

بنام

شریف الامۃ حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب گنگوہیؒ

ادارہ

از: دفترِ تبلیغ دارالعلوم دیوبند

مکرمی بندہ زید مجدکم   سلام مسنون!

عرض خدمت ہے کہ مولوی استاذ صاحب زبانی معلوم ہوا کہ جناب والا تشریف لائیں گے مگر احقر سفر میں تھا، بہر حال ملاقات نہ ہونے کا افسوس ہے، اگر جناب احقر کے نام ایک اعزازی خط ارسال فرمادیں گے تو میں دفتر کی الجھنوں سے نجات پا جاؤں گا ورنہ فقیر درویشی کا مصداق ہوں ہی، تاریخ کا بھی صحیح تعین ہو جائے گا، فقط والسلام۔

مبلغ دارالعلوم دیوبند

مکتوباتِ گرامی: حضرت مولانا سیف اللہ صاحبؒ

مبلغ دارالعلوم دیوبند

وقت مقررہ پر ان شاء اللہ العزیز تعمیل ہوگی

گرامی قدر زیدت معالیکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ موصول ہو کر مسرت ہوئی، یاد آوری کیلئے مشکور ہوں وقت مقررہ پر ان شاء اللہ العزیز تعمیل ہوگی، ایک ہفتہ قبل یاد دہانی ضرور کرادی جائے بعافیت ہوں امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔ والسلام۔

سیف اللہ قاسمی، ۲/۲/۶/۱۳۷۶ھ دیوبند

مکتوبِ دیگر: مارچ کو گنگوہ حاضر ہونگا

گرامی قدر   سلام مسنون!

بعافیت ہوں سفر سے واپسی پر خط ملا ان شاء اللہ العزیز مؤرخہ ۷/ مارچ کو گنگوہ حاضر ہونگا اور شب میں

تقریر کر کے جمعہ کو واپسی ہوگی، طلباء واساتذہ کو سلام مسنون اور دعاء کی درخواست ہے، والسلام۔

سیف اللہ قاسمی۔ ۲۶؍فروری ۱۹۷۹ء

مکتوبِ دیگر: ایسی صورت میں نذرانہ لینا ناجائز سمجھتا ہوں

گرامی قدر زیدت معالیکم سلام مسنون!

بعافیت ہوں امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا، سفر سے واپسی پر مبلغ صاحب کا منی آرڈر وصول ہوا شکریہ اگر چہ اس کی ضرورت نہیں تھی دل بہت متأثر ہوا جزاک اللہ خیرا الجزاء، میری عادت نہیں ہے کہ روانگی پر کرایہ وغیرہ جو کچھ خود دیدیں لے لیتا ہوں ورنہ چلا آتا ہوں، ایک ماہ میں ضرور دو ایک سفر ایسا ہو جاتا ہے جو صرف فی سبیل اللہ ہو جاتا ہے، محترم دار العلوم سے بفضلہ تعالیٰ ضروریات پورا کرنے کیلئے ہر ماہ مجھے تنخواہ ملتی ہے ایسی صورت میں نذرانہ لینا ناجائز سمجھتا ہوں البتہ ضابط میں صرف کرایہ آمد ورفت ضرور ہی مل جانا چاہئے سو وہ بھی اگر کسی جگہ سے نہ مل سکے تو خود برداشت کر لیتا ہوں، خیال تھا کہ مرسلہ منی آرڈر واپس کر دوں چنانچہ ڈاکیہ سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ میں یہ سفر کر چکا ہوں منی آرڈر واپس کر دیا مگر اس نے کہا کہ خط پڑھ لیجئے کوپن پڑھ کر قلب میں رقت پیدا ہوگئی واقعی آنجناب اسم بامسمی ہیں میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ جناب کے مدرسہ کو ترقی کامل عطا فرمائے، طلباء واساتذہ سے میرا سلام عرض ہے اور دعاء کی درخواست، والسلام۔ سیف اللہ قاسمی دیوبند

۱۴؍مارچ ۱۹۵۷ء

مکتوبِ دیگر: جناب کے جلسہ کیلئے ضرور کوشش کروں گا

گرامی قدر زیدت معالیکم سلام مسنون!

بخیریت ہوں ابھی کافی عرصہ سے نامعلوم پھر کس وجہ سے آپ کا جواب ملتوی ہوا ہے، آنجناب دو ہفتہ قبل پورے وثوق کے ساتھ تاریخ مقرر فرما کر مطلع فرمائیں، کم از کم ۵؍فروری تک اور مصارف سفر بھی ارسال فرمائیں، اس وقت جناب کے جلسہ کیلئے ان شاء اللہ العزیز ضرور وقت نکالنے کی سعی کروں گا، امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا، والسلام۔ سیف اللہ قاسمی مبلغ دار العلوم دیوبند

۲؍فروری ۱۹۹۷ء

منتخبات

مسائل وفتاویٰ

ادارہ

سوال: قربانی کس پر واجب ہے؟۔

جواب: قربانی ہر اس مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ، مقیم، مرد وعورت پر واجب ہوتی ہے جس کی ملکیت میں قربانی کے دنوں میں ساڑھے سات تولہ (۸۷/گرام ۴۸۰/ملی گرام) سونا یا ساڑھے ۵۲/تولہ (۶۱۲/گرام ۳۶۰/ملی گرام) چاندی یا چاندی کی قیمت کا مال ہو، جو اس کی حاجاتِ اصلیہ (زندگی گذارنے کے ضروری اسباب) سے زائد اور قرض سے فارغ ہو مجمع الانہر/ص ۵۱۶/ج ۲/میں ہے **وانما تجب على حر مسلم مقيم موسر عن نفسه الخ** اسی طرح ردالمختار/ص ۲۱۹/ج ۵/میں ہے **وشرائطها الاقامة واليسار الخ** (ہدایہ/ص ۴۴۳/ج ۴)۔

سوال: بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا کیسا ہے؟۔

جواب: اولاد اگر بالغ ہو تو اس کی ملکیت کا علیحدہ اعتبار ہے، اگر وہ صاحب نصاب ہو تو اس پر قربانی واجب ہوگی، باپ پر اس کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں، **ولا يجب على الرجل ان يضحى عن عبده ولا عن ولده الكبير** (بدائع/ص ۹۶/ج ۵/عالمگیری/ص ۲۹۲/ج ۵)۔

سوال: عورت پر قربانی کرنا واجب ہے یا نہیں؟۔

جواب: اگر کسی عورت کے پاس زیورات ہوں اور نصاب کے برابر ہوں تو اگر وہ عورت ان زیورات کی خود مالک ہو تو اس پر قربانی واجب ہے اور اگر ان زیورات کا مالک اس کا شوہر، یا اس کا باپ یا کوئی اور شخص ہو اور عورت کو صرف پہننے کیلئے ملا ہو تو ان زیورات کی وجہ سے عورت پر قربانی واجب نہ ہوگی، بلکہ جو مالک ہے اس پر واجب ہوگی، **لاالذكورة فتجب على الانثى الخ** (الدرالمختار مع شامی/ص ۴۵۳/ج ۹/زکریا)۔

سوال: بیوی کی طرف سے قربانی کا کیا حکم ہے؟۔

جواب: شوہر پر بیوی کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں، بیوی پر اگر قربانی واجب ہو تو وہ خود اپنے مال سے قربانی کرے، البتہ اگر شوہر بیوی کی طرف سے (اذناً یا عادۃً) قربانی کردے تو اسکی واجب قربانی

اداہوجائے گی۔ **ولیس علی الرجل ان یضحی عن اولاد ہ الکبار وامرأته الا باذنه**(عالمگیری رص۲۹۳رج۵رشامی رص۲۲۲رج۵رامدادالفتاویٰ رص۶۱۰رج۳ررحیمیہ رص۳۲۹رج۹)۔

سوال:مشترکہ خاندان پرقربانی کا کیاحکم ہے؟۔

جواب:اگر باپ کی وفات کے بعداولاد ایک ساتھ رہ کرکاروبارکرتی ہواوران کامال مشترک ہوتووہ سب برابر کے حصے دار ہیں،پس اگرمشترک مال یاجائدادتقسیم کرنے کے بعد ہرایک کا حصہ نصاب کو پہنچ جاتا ہوتو ہرایک بالغ اولادکواپنے نام سے قربانی کرنا ضروری ہے،کسی ایک کی طرف سے قربانی کرنا کافی نہیں ہے اور اگر انفرادی طور پر ہرایک کا حصہ نصاب کے بقدر نہ ہوتو ان پر قربانی واجب نہیں ہوگی،**فتجب التضحية على حر مسلم مقيم موسر بيسار الفطرة عن نفسه** ۔

(شامی رص۴۰۷رج۹رمجمع الانہررص۵۱۶رج۲)

قربانی کےواجب ہونےاورنہ ہونےکی چندصورتیں:

(۱)ایک شخص کے پاس دومکان ہیں،ایک مکان اس کی رہائش کاہےاوردوسراخالی ہےتواس پرقربانی واجب ہے،جب کہ اس خالی مکان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو(۲)ایک مکان میں وہ خودرہتاہےاوردوسرامکان کرایہ پردیاہواہےتواس پربھی قربانی واجب ہے،البتہ اگراس کاذریعۂ معاش یہی مکان ہوتو یہ بھی ضروریات زندگی میں شمار ہوگا اوراس پرقربانی واجب نہیں ہوگی (۳) کسی کے پاس دوگاڑیاں ہیں ایک عام استعمال کی ہےاوردوسری زائدتو اس پربھی قربانی واجب ہے(۴)کسی کے پاس دوپلاٹ ہیں ایک اس کی سکونتی مکان کے لئے ہےاوردوسرازائد ہےتواگراس کےدوسرے پلاٹ کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابرہوتواس پربھی قربانی واجب ہے(۵)ایک شخص ملازم ہےاس کی ماہانہ تنخواہ سےاس کےاہل وعیال کی گذربسر ہوسکتی ہے،پس اندازنہیں ہوسکتااس پرقربانی واجب نہیں،جب کہ اس کے پاس کوئی اور مالیت نصاب کے برابر نہ ہو(۶)ایک شخص کے پاس ہل جوتنے کے لئے بیل اور دودھیاری گائے،بھینس کےعلاوہ اورمویشی اتنے ہیں کہ ان کی مالیت نصاب کوپہنچتی ہےتواس پرقربانی کرنا واجب ہے(۷)ایک شخص کے پاس زراعتی اراضی ہےجس کی پیداوار سےاس کی گذراوقات ہوتی ہے،وہ زمین اس کی ضروریات میں سےسمجھی جائے گی **والموسر فی ظاهر الرواية من له مائتا درهم او عشرون ديناراً اوشيئى يبلغ ذالک سوی مسکنه ومتاع مسکنه ومرکوبه وخادمه فی**

حاجته التی یستغنی عنها فاما ماعداذٰلک من سائمة او رقیق او خیل اومتاع لتجارة اوغیرها فانه یعتد به من یساره۔

(عالمگیری رص۲۹۲رج۵رخلاصۃ الفتاویٰ رص۳۹رج۴رآپ کے مسائل اوران کاحل رص۱۶۴،۱۶۰رج۴)

سوال: مقروض پرقربانی واجب ہے یانہیں؟۔

جواب: اگرکوئی شخص مقروض ہوتو قرض اداکرنے کے بعداس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت حاجات اصلیہ سے زائدموجودہوتواس پرقربانی واجب ہے ورنہ نہیں،ولوکان علیه دین بحیث لوصرف فیه نقص نصابه لاتجب(عالمگیری رص۲۹۲رج۵ربدائع رص۹۰رج۵)۔

سوال: مسافرپرقربانی واجب ہے یانہیں؟۔

جواب: ایام قربانی میں جوشخص مسافرہواس پرقربانی واجب نہیں،ومنها الاقامةفلاتجب علی المسافر(عالمگیری رص۲۹۲رج۵ربدائع رص۹۵رج۵)۔

سوال: قربانی میں عقیقہ کاحصہ لیناکیساہے؟

جواب: قربانی کے بڑے جانورمیں عقیقہ کاحصہ لینادرست ہے، وکذالواراد بعضهم العقیقة عن ولد قد ولد له من قبل ذٰلک جهة التقرب بالشکر علی نعمةالولد۔

(شامی رص۲۷۴رج۹رعالمگیری رص۳۰۴رج۵ربدائع رص۱۰۷رج۵)

سوال: کیاچھ آدمی مل کرایک حصہ یاایک بکراحضورﷺ کے نام سے کرسکتے ہیں؟۔

جواب: چھ آدمیوں نے مل کرایک بکراحضورﷺ کے نام سے کیاتوایساکرنادرست ہے،حسب ذیل روایت فقہیہ سے جوازثابت ہوتاہے،ان مات احد السبعة المشترکین فی البد نة وقال الورثة اذبحوا عنه وعنکم صح عن الکل استحسانا لقصد القربة من الکل ولو ذبحوها بلااذن الورثة لم یجزهم ۔

(شامی رص۴۷۱رج۹ررحیمیہ ر۹۰رج۲رمحمودیہ رص۳۳۷رج۱۴۷رامدادالفتاویٰ رص۵۷۳رج۳)

سوال: جس کاعقیقہ نہ ہواہواس پرقربانی واجب ہے یانہیں؟

جواب: جوشخص قربانی کے دنوں میں صاحب نصاب ہواس پرقربانی واجب ہے،خواہ اس کاعقیقہ ہواہو یانہ ہواہو،وانماتجب علی حرمسلم مقیم موسر بیسار۔

(مجمع الانہر رص۵۱۶رج۲رشامی رص۴۵۷رج۹ررحیمیہ رص۳۲۵رج۹رآپ کے مسائل اوران کاحل رص۲۲۱رج۴)

قربانی کے جانوروں کی تفصیلات

سوال: کن جانوروں کی قربانی جائز ہے؟۔

جواب: بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی ان جانوروں کی شرعاً درست ہے، ان کے علاوہ کی قربانی درست نہیں، **وأمّا جنسه فهو أن يكون من الاجناس الثلاثة ، الغنم أو لابل أو البقر ويدخل فى كل جنس نوعه والذكر والانثى منه، والمعز نوع من الغنم ، والجاموس نوع من البقر** (عالمگیری رص ۲۹۷ رج ۵)۔

سوال: چوری کئے ہوئے جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: چوری کئے ہوئے جانور کی قربانی درست نہیں ہے ناجائز ہے، اس سے قربانی ذمہ سے ساقط نہ ہوگی **اذا اغتصب شاة انسان فضحى بها عن نفسه انه لا تجزئه لعدم الملك۔**

(بدائع الصنائع رص ۱۱۴ رج ۵ رشامی رص ۲۳۳ رج ۵)

سوال: قربانی کے جانور کی عمر کیا ہو؟

جواب: اونٹ و اونٹنی پانچ سال، بیل، گائے، بھینس، بھینسا مکمل دو سال کا ہونا ضروری ہے، بکرا، بکری مکمل ایک سال کا ہونا ضروری ہے، اگر ایک آدھا دن بھی سال مکمل ہونے میں کم ہو تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔

وصح المثنى فصاعدا من الثلاثة والمثنى هو ابن خمس من الابل وحولين من البقر والجاموس وحول من الشاة . (بدائع رص ۳۲۳ رج ۴ رفتاویٰ رحیمیہ رص ۱۸۰ رج ۳)۔

سوال: سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس جانور کے پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں یا نصف یا اس سے زائد ٹوٹ گئے ہوں لیکن جڑ سے نہ اکھڑے ہوں یا اوپر کا کھول اتر گیا ہو تو اس جانور کی قربانی جائز ہے، اگر جڑ ہی سے اکھڑ گیا اور اس چوٹ کا اثر دماغ تک پہونچ گیا ہو تو اس جانور کی قربانی درست نہیں۔ **ويجوز باالجماء التى لاقرن لها وكذا مكسورة القرن كذا فى الكافى وان بلغ الكسر المشاش لايجزيه والمشاش رؤس العظام مثل الركبتين والمرفقين۔**

(عالمگیری رص ۲۹۷ رج ۵ رفتح القدیر رص ۴۳۴ رج ۸ ربحر الرائق رص ۱۷۶ رمحمودیہ رص ۲۵۸ رج ۱۷ ررحیمیہ رص ۱۸۳ رج ۳ رآپ کے مسائل رص ۱۸۸ رج ۴)

سوال: جس جانور کے کان نہ ہوں اس کی قربانی کا کیا حکم ہے؟۔

جواب: جس جانور کے پیدائشی طور پر دونوں کان نہ ہوں یا ایک ہی کان ہو یا ایک کان یا دونوں کان مکمل کٹ گئے ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے، البتہ جس جانور کے کان پیدائشی طور پر چھوٹے ہوں اس کی قربانی جائز ہے، **لاتجوز مقطوعة الاذنين والتی لااذن لها فی الخلقة ويجزی السکاء وهی صغيرة الاذن فلا تجوزمقطوعة احدی الاذنين بکمالها والتی لهااذن واحد خلقة۔**

(عالمگیری ؍ص۲۹۷ ؍ج۵ ؍ بدائع ؍ص۱۱۱ ؍ج۵ ؍فتاویٰ رحیمیہ ؍ص۱۶۷ ؍ج۶ ؍آپ کے مسائل ؍ص۱۸۹ ؍ج۴ ؍ ہدایہ ؍ص۴۴۷ ؍ج۴ ؍شامی ؍ص۲۲۷ ؍ج۵)

سوال: قربانی کرنا کس دن افضل ہے؟۔

جواب: دس ذی الحجہ کو قربانی کرنا افضل ہے، اس کے بعد گیارہ کو، اس کے بعد بارہ کو، **افضلها اولها ثم الثانی ، ثم الثالث، کما فی القهستانی** (شامی ؍ص۴۵۸ ؍ج۹ ؍عالمگیری ؍ص۲۹۵ ؍ج۵)۔

سوال: قربانی کا وقت کیا ہے؟۔

جواب: جن بستیوں یا شہروں میں نماز جمعہ وعیدین جائز ہے وہاں نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں، اگر کسی نے نماز عید سے پہلے قربانی کردی تو اس پر دوبارہ قربانی لازم ہے، البتہ چھوٹے گاؤں جہاں جمعہ وعیدین کی نمازیں نہیں ہوتیں یہ لوگ دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں، **وقت الاضحية يدخل بطلوع الفجرمن يوم النحر الا انه لا يجوز لاهل الامصار الذبح حتی يصلی الامام العيد ، فاما اهل السواد فيذبحون بعد الفجر** (ہدایہ ؍ص۴۴۵ ؍ج۴ ؍الدرالمختار مع الشامی ؍ص۴۶۰ ؍ج۹ ؍جواہر الفقہ ؍ص۴۴۹ ؍ج۱)۔

سوال: پہلے دن اگر کسی عذر کی وجہ سے نماز عید نہیں پڑھی گئی تو قربانی کب کرے؟۔

جواب: اگر کسی عذر (مثلاً بارش وغیرہ) کی وجہ سے دس ذی الحجہ کو نماز عید نہ ہو سکے تو اسی روز زوال کے بعد قربانی کرنا درست ہے **وبعد مضی وقتها لو لم يصلوا لعذ ر وفی الشامی (بعد مضی وقتها) ای وقت الصلوٰة .ووقت الصلوٰة من الارتفا ع الی الزوال** (الدرالمختار مع الشامی ؍ص۴۶۱ ؍ج۹)۔

سوال: ایک جگہ نمازِ عید ہو جائے تو سب کے لئے قربانی جائز ہے یا نہیں؟۔

جواب: اگر شہر میں ایک جگہ عید کی نماز ہو جائے خواہ عید گاہ میں ہو یا مسجد میں، تو سب کے لئے قربانی کرنا جائز ہے، **ولو ضحی بعد ماصلی اهل المسجد ، ولم يصل اهل الجبانة اجزأه استحساناً ، لانها صلاة**

معتبرة حتی لو اکتفوا بھا اجزأتھم ، و کذا عکسه (شامی زکریا رص ۴۶۰ رج ۹ر ہدایہ ر۴۴۶ رج ۴)۔

سوال: قربانی کے وقت میں مقام قربانی کا اعتبار ہے یا نہیں؟۔

جواب: قربانی کے درست ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کی طرف سے قربانی ہو رہی ہے وہ نماز عید ادا کر چکا ہو، بلکہ قربانی کی جگہ کا اعتبار ہے، جس جگہ قربانی ہو رہی ہے وہاں نماز عید ہو چکی ہو تو یہ کافی ہے اور اسی کا اعتبار ہے، علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں: والمعتبر مکان الاضحیة لامکان من علیه (الدر المختار مع الشامی رص ۴۶۱ رج ۹ر کتاب الفتاویٰ رص ۲۶۱ رج ۴)۔

سوال: رات میں قربانی کرنا کیسا ہے؟۔

جواب: رات میں قربانی کرنا مکروہ تنزیہی ہے، ان المستحب ان یکون الذبح بالنھار، ویکرہ باللیل والاصل فیه ماروی عن رسول اللہ ﷺ انه نھیٰ عن الضحی لیلاً وعن الحصاد لیلاً وھو کراھة تنزیه ومعنی الکراھة یحتمل ان یکون لوجوہ الخ ۔(بدائع رص ۱۸۸ رج ۴ر الدر المختار مع الشامی رص ۴۶۳ رج ۹ر عالمگیری رص ۲۹۵ رج ۵ر البحر الرائق کوئٹہ رص ۱۷۶ رج ۸)۔

مسائلِ ذبح

سوال:۔ ذبح کرنے میں گردن علیحدہ ہو جائے تو کیا کرے؟۔

جواب: ذبح کرنے میں اگر جانور کی گردن جدا ہو جائے تو اس کا کھانا حلال ہے، مکروہ اور حرام نہیں، ہاں قصداً یا لاپرواہی سے اس طرح ذبح کرنا مکروہ ہے، ومن بلغ بالسکین النخاع، او قطع الراس، کرہ له ذٰلک، وتوکل ذبیحته (ہدایہ اشرفی رص ۴۳۸ رج ۴)۔

سوال: چرمِ قربانی کا مصرف کیا ہے؟۔

جواب: چرمِ قربانی کا حکم قربانی کے گوشت کی طرح ہے جس کے دینے کے لئے فقیر، غیر صاحب نصاب، یا غیر سید ہونا لازم نہیں بلکہ فقیر، صاحب نصاب، سید کو دینا درست ہے، البتہ معاوضہ اور اجرت میں دینا کسی کو بھی درست نہیں نہ امام کو نہ مؤذن کو نہ صاحب نصاب کو نہ فقیر کو نہ امام وغیرہ کو اس کا لینا جائز ہے، البتہ اگر چرمِ قربانی کو فروخت کر دیا ہے تو اس کی قیمت کو بطور صدقہ کسی فقیر کو دینا واجب ہے خود رکھنا یا کسی مالدار کو دینا یا کسی کو اجرت میں دینا ہرگز جائز نہیں (رد المحتار کتاب الاضحیہ رص ۳۲۸ رج ۶)۔

نابالغ کا ذبیحہ

ذبح کرنے والے کا بالغ ہونا ضروری نہیں، اگر نابالغ ذبح کرنے کو سمجھتا ہو اور ذبح کرنے پر قادر ہو تو اس کا ذبیحہ حلال ہے **فان کان الصبی یعقل الذبح ویقدر علیہ توکل ذبیحتہ** (عالمگیری ص ۲۷۵ ج ۵)۔

قربانی کی دعا

قربانی کے جانور کو بائیں پہلو پر قبلہ رخ لٹائے اور یہ دعا پڑھے **انی وجہت وجھی للذی فطر السمٰوات والارض علی ملۃ ابراھیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذالک امرت وانا من المسلمین اللھم منک ولک** پھر "**بسم اللہ اللہ اکبر**" کہہ کر جانور کو ذبح کردے، ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے **اللھم تقبل منی کما تقبلت من حبیبک محمد وخلیلک ابراھیم علیھما الصلاۃ والسلام** اگر قربانی دوسرے کی طرف سے کرنی ہو تو منی کی جگہ من کہہ کر اس کا نام لے پھر دعاء مذکورہ مکمل پڑھے (ابوداؤد ص ۳۸۶ ج ۲ مشکوٰۃ ص ۱۲۸)۔

سوال: ذبح میں کتنی رگیں کا ٹنا ضروری ہے؟۔

جواب: ذبح کا بہتر اور متفق علیہ طریقہ یہ ہے کہ چار رگیں (حلقوم، مری، ودجان) کاٹی جائیں اور اگر ان میں سے کوئی بھی تین رگیں کاٹی جائیں تو بھی ذبیحہ حلال ہوجاتا ہے۔

بہشتی زیور میں ہے: ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کا منہ قبلہ کی طرف کرکے تیز چھری ہاتھ میں لے کر **بسم اللہ اللہ اکبر** کہہ کر اس کے گلے کو کاٹے، یہاں تک کہ چار رگیں کٹ جاویں، ایک نرخرہ جس سے سانس لیتا ہے، دوسری وہ رگ جس سے دانہ پانی جاتا ہے اور دو شہ رگیں، جو نرخرہ کے دائیں بائیں ہوتی ہیں، اگر ان چار میں سے تین ہی رگیں کٹیں تو بھی ذبیحہ درست ہے اس کا کھانا حلال ہے اور اگر دو ہی رگیں کٹیں تو وہ جانور مردار ہوگیا، اس کا کھانا درست نہیں (بہشتی زیور تیسرا حصہ ص ۷۰) **والعروق التی قطع فی الذکاۃ اربعۃ الحلقوم، والمری، والودجان وعندنا ان قطعھا (ای الاربع) حل الاکل وان قطع اکثرھا (ای الثلث ای ثلث کان) فکذالک عن ابی حنیفۃ** (ہدایۃ ص ۴۳۷ اشرفی، مجمع الانہر ص ۵۰۷ ج ۲)۔

سوال: ذبح کرتے وقت ذابح نے بسم اللہ نہیں پڑھی تو کیسا ہے؟۔

جواب: ذبح کرتے وقت اگر ذابح نے بسم اللہ قصداً نہیں پڑھی تو وہ جانور مردار ہے اس کا کھانا حرام ہے اور اگر بھول گیا تو ذبیحہ حلال ہے اور اس کا کھانا درست ہے **وان ترک الذابح التسمیۃ عمداً فالذبیحۃ میتۃ لاتوکل وان ترکھا ناسیا اکل** (ہدایۃ ص ۴۳۵ ج ۴ اشرفی، مجمع الانہر ص ۵۰۸ ج ۲)۔

تذکرۂ کتب

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

(حضرت مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی کی تازہ مطبوعات کے تناظر میں)

مفتی محمد ساجد کھجناوری

مدیر ماہ نامہ صدائے حق گنگوہ

آج کے مادی دور میں جبکہ ہر شخص پر تعیش زندگی گزارنے اور اپنی جمع شدہ پونجی کو ماسوا کرنے کا ماسٹر پلان ترتیب دے رہا ہے یا پھر فروغِ دین ودانش کی آڑ میں وہ ڈیجیٹل حربوں سے سستی شہرت حاصل کرنے کے فراق میں ہے، مگر اس کے باوصف ''ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں''، جو متاع لوح وقلم سنبھالے تعمیر انسانیت، تہذیب اخلاق اور معجزۂ فن کی ہے خون جگر سے نمود جیسی طرحیں ڈالنے کا پاکیزہ حوصلہ تقسیم کر رہے ہیں۔

گزشتہ دن سے پیوستہ یعنی جمعرات کو حسبِ سابق یہ خاکسار اپنے غریب خانہ کھجناور پہنچا تو تقریباً ایک درجن مصنفات ومؤلفات کا علمی ذخیرہ میری چھوٹی سی لائبریری کو جگمگا رہا تھا، جلدی جلدی کتابیں الٹ پلٹ کر دیکھیں تو متنوع موضوعات کا احاطہ کرنے والی تقریباً ایک درجن وقیع کتابیں کچھ اس طرح نظر آئیں:

رہبرِ فنِ خطابت۔ یادِ مرشد۔ تصوف وسلوک کی حقیقت۔ مکتوبات مرشد۔ اہم صفات برائے سالکین۔ نقوش اکابر۔ افادات مرشد۔ مطالعہ کی سرگزشت۔ صحبت مرشد۔ جن کا نقشِ پا چراغ۔ ارشادِ مرشد۔

غور کریں تو مذکورہ کتابوں کے ناموں سے ہی ان کے لکھنے والے فاضل قلم کار اور جہاں دیدہ مصنف کا مزاج ومذاق، مطالعاتی کینوس، قلمی وجدان، زاویۂ بحث ونظر اور علمی وروحانی تفوق صاف ہویدا ہے۔

ان تازہ مطبوعات کے مالک حضرت مولانا عمرین محفوظ رحمانی سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے دینی علمی روحانی اور ملی مہمات کو دیکھ کر خوش گوار حیرت بھی ہوتی ہے کہ حیات عزیز کی ابھی صرف چار دہائیوں سے گزرنے والا یہ جوان قائد اپنی صفات وخدمات کے لحاظ سے واقعی ملت کی آنکھوں کا تارا ہے۔

حضرت مولانا عمرین محفوظ رحمانی سے ابھی تک صرف دو شفاہی ملاقاتیں ہیں، پہلی ملاقات دو سال پہلے حضرت مولانا عبدالرحیم مجددی بانی جامعۃ الہدایہ جے پور پر منعقد ہوئے عالمی سیمینار میں ہوئی تھی جوان کے جانشین حضرت مولانا فضل

الرحیم مجددی نے سجایا تھا،محبّ گرامی مولانا محمد شاہد سہارن پوری بھی ہم رکاب تھے جونا چیز کے توسط سے مولانا رحمانی سے ملاقات کا اشتیاق رکھتے تھے جبکہ حال ہی میں وفات پانے والے ندوی فاضل مولانا محمد اکبر سہارن پوری بھی ان کے ردیف تھے۔

دوسری اور اہم ملاقات سال گزشتہ اس وقت ہوئی جب ادارہ خزیمہ ابن ثابت مالیگاؤں کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے آل مہاراشٹر مسابقہ تفسیر وحدیث میں بحیثیت حکم متحکم شرکت کی سعادت میسر آئی تھی۔

ہمارے میزبان مولانا محمد عمران اسجد ندوی اور مفتی اشفاق احمد صاحبان کی خصوصی دلچسپی سے یہ ملاقات مولانا رحمانی کی خانقاہ میں بہت یادگار رہی تھی اس موقعہ پر یہ عقدہ بھی وا ہوا تھا کہ مولانا عمرین صاحب علم وتحقیق کا ستھرا ذوق تو رکھتے ہی ہیں سلوک واحسان کے باب میں بھی ان کی وسیع معلومات اور علمی وابستگی کسی شیخ طریقت سے کم نہیں ہے، حضرت مولانا کی جانب سے مزید تکریم یہ ہوئی کہ شہر مالیگاؤں کو الوداع کہنے سے پہلے آپ بھی بنفس نفیس ہمارے ہوٹل تشریف لائے اور محبتوں سے نوازا۔

مولانا عمرین محفوظ رحمانی سے شناسائی برسوں سے تھی ان کی ادارت میں اشاعت پذیر مجلّہ ''گلشن نعمانی'' گاہے گاہے نظروں سے گزرتا تھا تو آپ کی تحریریں پڑھے بغیر آگے بڑھنا مشکل ہوتا وہ رواں دواں اسلوب، پرشوکت تعبیرات اور علمی رنگ وآہنگ سے دانش وادب کا ایسا قصر زریں تعمیر کرتے ہیں جہاں محض لفظوں کا کھیل نہیں بلکہ دعوت الی الحق، تفہیم دین وشریعت اور صراط مستقیم کی وضاحت کارفرما رہتی ہے۔

مولانا کی زبان خوب صورت ہے، نثر لکھتے ہیں تو ڈوب کر لکھتے ہیں، بولنے پر آتے ہیں تو موتی رولتے ہیں، علمی تقریبات ہوں یا عوامی اسٹیج انہیں ہر طرح کا ہنر آزمانا آتا ہے، وہ اپنی تحریروں کی طرح تقریر وخطابت میں بھی سامعین وناظرین کو اپنی زلفوں کا اسیر بنا کر چھوڑتے ہیں، تحریر وصحافت کا ہی موضوع لے لیجئے اچھے خاصے تحقیق طلب موضوعات پر بھی انہیں مقالات ومضامین قلم بند کرنے میں زیادہ تکلف نہیں ہوتا سفر کی ایک منزل سے دوسری منزل تک وہ درجنوں صفحات کا مقالہ اس سلیقۂ حسن ترتیب اور عجلت سے لکھ لیتے ہیں کہ اچھے اچھے زود نویسوں کو بھی استعجاب ہوتا ہے۔

سر دست مولانا دامت برکاتہم کی کتابیں مطالعہ کی میز پر ہیں جن سے حسب توفیق استفادہ جاری ہے، آخر ایسے سیال قلم کے حامل عالم دین کو کیوں دادِ تحسین نہ دی جائے جنہیں ایک ہی تقریب رونمائی میں درجن بھی مطبوعات پیش کرنے کا ربانی انعام مل رہا ہو، اللہ کرے اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا محمد ولی رحمانی قدس سرہ کی طرح مولانا محمد عمرین بھی تادیر یونہی پرورشِ لوح وقلم کرتے رہیں، آمین **وما ذلک علی اللہ بعزیز۔**

شعروادب

فیضانِ خانقاہ

الحاج قاری انیس احمد انیسؔ الہ آبادی

چراغِ عشقِ الٰہی جلائے جاتے ہیں
دلِ سیاہ منور بنائے جاتے ہیں

بیانِ عشق و محبت سنائے جاتے ہیں
دلِ فسردہ یہاں گدگدائے جاتے ہیں

بفیضِ شیخِ طریقت ہے راستہ روشن
رہِ سلوک کے کانٹے ہٹائے جاتے ہیں

مجاہدات میں سالک کی تربیت کے لئے
فریبِ نفس پہ آرے چلائے جاتے ہیں

یہ بزم دل کے بنانے کا کارخانہ ہے
یہاں پہ بگڑے ہوئے دل بنائے جاتے ہیں

یہ عاشقوں کی محفل یہاں کا رنگ عجیب
کبھی ہنسائے تو گاہے رلائے جاتے ہیں

گناہگاروں کے اصلاح کی جگہ ہے یہی
جو دہریے ہیں مسلماں بنائے جاتے ہیں

کہ اس جگہ پہ کوئی تشنہ لب نہیں رہتا
یہاں علوم کے دریا بہائے جاتے ہیں

یہ عاشقانِ الٰہی کا میکدہ ہے انیسؔ
یہاں پہ عشق کے ساغر لنڈھائے جاتے ہیں

رودادِ چمن

جامعہ اشرف العلوم رشیدی کی ڈائری

مولانا حسین احمد رشیدی کنڈوی
مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

نئے تعلیمی سال کا آغاز

تعطیلِ کلاں کے ختم ہوتے ہی حسبِ سابق جامعہ کے در و بام الحمدللہ پھر سے کھل گئے اور تمام مدرسین وملازمین نیز بعض طلبہ کی آمد سے پہلے ہی دن یعنی گیارہ شوال المکرّم ۱۴۴۷ھ سے ادارہ میں چہل پہل شروع ہوگئی تھی، چنانچہ اسی روز شام میں مشاورتی میٹنگ ہوئی اور اگلے دن سے باضابطہ قدیم وجدید داخلوں کا بروقت آغاز ہوگیا، درسِ نظامی کی منتہی جماعتوں میں داخلہ لینے والے جدید طلبہ کیلئے تحریری اور شفوی امتحان میں شرکت اور کامیابی لازم کی گئی تھی ، بعدازاں کامیاب طلبہ کے لئے داخلہ کو منظوری دیدی گئی، واضح رہے کہ امسال اہلیتی امتحان میں کامیاب ہونے والے طلبہ کی مجموعی تعداد سات سو (700) سے متجاوز رہی جبکہ مقامی طلبہ کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔

طلبہ کو مارسے نہیں پیار سے پڑھائیں

دارالاہتمام میں منعقد اساتذہ ومدرسین کی ایک مجلس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم نے نئے تعلیمی سال کے آغاز پر کچھ رہنما باتیں ارشاد فرمائیں، آپ نے ادارہ کے قیام اور تعلیم وتربیت کے میدان میں اس کی خدمات وخصوصیات پر بھی روشنی ڈالی اور فرمایا کہ مدرسہ تعلیم وتربیت کی آماجگاہ ہے، طلبہ ہمارے پاس امانت ہیں، انہیں علم وعمل اور اخلاق سے آراستہ کرنے میں ہم سبھوں کو تدبیر وحکمت کے ساتھ مخلصانہ کردار نبھانے کی ضرورت ہے، ہم سب ایک کشتی کے مسافر ہیں لہذا ہر فرد اپنی اپنی سطح پر مسؤل اور جواب دہ ہے، آپ نے موجودہ حالات کے تناظر میں طلبہ کو شفقت اور پیار سے پڑھانے پر زور دیا، نیز اوقاتِ تدریس کے علاوہ میں بھی موبائل کے غیر ضروری استعمال کے حوالہ سے تبادلۂ خیال کیا۔

عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر ہونے والی تعطیل کی تاریخوں کا اعلان

جامعہ میں زیرِ تعلیم ملک بھر کی مختلف ریاستوں کے طلبہ کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ماہ پہلے ہی

انہیں عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر ملنے والی تعطیل کی تاریخوں سے آگاہ کردیا ہے تاکہ وہ چھٹی کے مقررہ ایام کے اندر ہی اپنا نظام سفر ترتیب دے سکیں اور اس موقعہ پر اسباق میں غیر حاضری کے کلچر سے خود کو محفوظ رکھ سکیں، واضح رہے کہ دارالاہتمام کے اعلان کے مطابق تمام درجات عربی، فارسی، تجوید، تحفیظ و پرائمری وغیرہ میں رواں سال ۲۲؍مئی سے ۵؍جون تک عیدالاضحیٰ کی تعطیل رہے گی۔

مؤقر مہمانان کی آمد

جامعہ میں قریب وبعید کے مؤقر مہمانان کرام کی آمد ورفت بھی جاری رہی، ۷؍مئی پنجشنبہ کو وقفۂ ظہیرہ شروع ہوتے ہی آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے سکریٹری اور خانقاہ رحمانیہ مالیگاؤں کے سجادہ نشین حضرت مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی زید مجدہم کی آمد ہوئی اور تقریباً ایک گھنٹہ تک حضرت شیخ الجامعہ مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی دامت برکاتہم سے تعلیم وتربیت اور دوسرے موضوعات پر گفت وشنید رہی، آپ نے جامعہ کے قیام، پس منظر اور اس کی ترقیات کے حوالہ سے فراہم کردہ معلومات پر اپنی مسرت کا اظہار فرمایا، بعدازاں مؤقر مہمان نے اپنی بعض مصنفات حضرت ناظم صاحب کی نذر فرمائی، جبکہ ادارہ کی طرف سے تذکرہ اکابر گنگوہ کا تازہ اڈیشن آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

اسی طرح کچھ ایام پہلے مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عقیل الرحمٰن مدظلہ العالی اپنی پیرانہ سالی کے باوصف ادارہ دیکھنے کی غرض سے تشریف لائے، آپ دارالعلوم دیوبند کے قدیم فاضل، بافیض محدث اور شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ کے براہِ راست شاگرد ہیں، آپ نے بھی جامعہ کی ترقیات اور تعلیم وتعلم پر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا۔

وفیات: گذشتہ ایام اور مہینوں کے دوران کئی اہم شخصیات اور علماء کے سانحۂ وفات کی خبریں موصول ہوئیں، ۴؍اپریل ۲۰۲۶ء کو معروف دینی وملی رہنما حضرت مولانا حکیم محمد عبداللہ مغیثی مہتمم جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ وصدر آل انڈیا ملی کونسل قضائے الٰہی سے وفات پاگئے انا للہ وانا الیہ راجعون، حضرت مولانا اپنی دینی علمی اور ملی واصلاحی خدمات کے ذیل میں بہت محترم شخصیت کے مالک تھے، زندگی کے آخری لمحہ تک دعوت الی اللہ اور اصلاحِ امت کیلئے تگ ودو کرتے رہے ان کی وفات پر حضرت شیخ الجامعہ نے شدید تأسف کا اظہار کرتے ہوئے زبانی اور

تحریری طور پر آپ کے صاحبزادگان و متعلقین سے تعزیت مسنونہ پیش فرمائی۔

اسی طرح ۱۸/اپریل ۲۰۲۶ء کو دوسری افسوس ناک خبر یہ آئی کہ جامعہ مظاہر علوم وقف سہارن پور کے استاذِ حدیث اور مدیر آئینہ مظاہر علوم حضرت مولانا ریاض الحسن ندوی طویل علالت کے بعد جوارِ رحمت میں منتقل ہو گئے، آپ انتہائی خوش طبع، خوش فکر، صاحبِ علم و قلم اور زبان و بیان پر قدرت رکھنے والے بافیض عالمِ دین تھے، وہ گذشتہ کئی سالوں سے علیل تھے اور اپنے وطن بھٹ پورہ سہارن پور میں مقیم تھے کہ پیامِ اجل آ گیا۔ چنانچہ آپ صبر و شکر کے بھرپور احساس کے ساتھ اپنے رب سے جا ملے انا لله و انا الیه راجعون ۔ان کے صاحبزادگان نے مولانا کی تیمارداری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، جناب مولانا حفظ الرحمٰن ندوی خصوصاً آپ کے تیسرے صاحبزادہ عزیزی مولانا عطاء الرحمٰن مظاہری نے جو راحت رسانی اور خدمت کی اس سے حضرت مولانا بھی بہت خوش تھے، اللہ پاک غریق رحمت فرمائے، مدیر جامعہ حضرت مفتی صاحب نے ان کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے جامعہ میں ایصالِ ثواب بھی کرایا۔

دیگر وفات یافتگان میں حضرت مولانا قمر احمد عثمانی استاذِ حدیث وقف دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد عارف ابراہیمی رکن شوریٰ مظاہر علوم سہارن پور، الحاج نصیر احمد رکنِ شوریٰ جامعہ ہذا، حضرت الحاج حکیم نسیم الدین گیاوی حال مقیم بنگلور، مولانا محمد اکبر ندوی صوبری، قاری محمد فرحت رشیدی ناگل راجپوت اور اہلیہ مولانا محمد اویس لکھنوتی بھی شامل ہیں، جملہ مرحومین کیلئے ایصالِ ثواب کر کے دعائے مغفرت کی گئی ہے۔

حضرت شیخ الجامعہ کے دعوتی اور اصلاحی اسفار

حضرت الأستاذ اور شیخ الجامعہ مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتہم جو کہ جامعہ کے شیخ الحدیث اور کئی اکابر اہل اللہ کی نسبتوں کے امین ہیں دعوت الی اللہ اور سلوک و احسان کے باب میں بھی بحمد اللہ اپنی سنجیدہ خدمات کا روشن حوالہ ہیں، مدرسہ کے فارغ اوقات میں آپ قریب و بعید کے اسفار بھی کرتے رہتے ہیں بارک اللہ فی حیاتہ وخدماتہ۔

اس حوالہ سے گذشتہ دنوں آپ نے ہریانہ پنجاب کے بعض علاقوں کا اصلاحی سفر فرمایا جن میں سرہند اور چندی گڑھ سرِ فہرست رہے، متعدد مساجد و مراکز میں ذکر و فکر کے حلقے لگے، دعوت و ارشاد کے زمزمے بلند ہوئے اور توبہ واستغفار کی مجالس ہوئیں، یہاں آپ کے خاص میزبانوں میں جناب مولانا مفتی محمد انس صاحب قاسمی اور مولانا عبدالمنان رشیدی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں، اسی طرح چرتھاول، نانوتہ اور کلیر شریف وغیرہ میں بھی اصلاحی مجالس ہوئیں۔

کل تعداد طلبۂ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ۱۴۴۷ھ/ ۲۰۲۶ء

شعبۂ افتاء	14	تعداد جونیئر ہائی اسکول	92
جماعت دورۂ حدیث شریف	152	تعداد پرائمری	321
جماعت مشکوۃ شریف	155	نعمت الصالحات (گرلز) جونیئر ہائی اسکول (محلّہ غلام اولیاء)	162
جماعت مختصر المعانی	26	نعمت الصالحات (گرلز) جونیئر ہائی اسکول محلّہ کوٹلہ	160
جماعت شرح جامی	22	شاخ فیضان رشید (متصل مزار حضرت گنگوہیؒ)	40
جماعت کافیہ	35	دار التوحید والسنۃ مقام کلیر شاخ جامعہ اشرف العلوم رشیدی	10
جماعت میزان الصرف	35	دار العلوم نانوتہ شاخ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ	25
شعبۂ تجوید و فارسی	75	کل تعداد مقامی طلبہ	810
شعبۂ حفظ	198	کل تعداد طلبہ	1557
دار العلوم نانوتہ شاخ جامعہ ہٰذا	30	کل تعداد مدرسین وملازمین	100
کل تعداد بیرونی طلبہ	747		

جامعہ ہٰذا کا ماہانہ خرچ تقریباً اٹھائیس لاکھ روپئے ہے	28,00000

تعداد علاقہ وار

گنگوہ	904	اتراکھنڈ	3	دہلی	2	راجستھان	3	آسام	144	بہار	20
یوپی	314	ہماچل	5	اڑیسہ	2	کشمیر	24	آندھرا	15	کرناٹک	1
مہاراشٹرا	20	ہریانہ پنجاب	11	بنگال	80	منی پور	7	تری پورہ	2	کل طلبہ	1557

جامعہ کے اہم فوری منصوبے اور خرچ کا تخمینہ

دار الطعام برائے طلبہ جامعہ ہٰذا۔	72,00000
جامعہ نعمت الصالحات (گرلز ہائی اسکول) کی تعمیر۔	60,00000

اپیل: ملت کے دردمند غیور اور مخیّرین حضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ ادارہ کے ان تمام منصوبوں کی تکمیل کیلئے ادارہ کی تعمیرات وترقیات میں بھرپور حصہ لیکر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں اور ادارہ کی حفاظت وترقی کیلئے اپنی مخصوص دعائیں اور توجہات بھی مبذول فرمائیں، جزاکم اللہ خیراً فی الدارین (ادارہ)۔

جہانِ کتب

رئیسِ جامعہ ونگرانِ اعلیٰ

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب نقشبندی دامت برکاتہم کی

بعض اہم تصنیفات

مطبوعہ

(۱) سید المحد ثین
(۲) تذکرہ اکابر گنگوہ (دوجلدیں)
(۳) تحفۂ مؤمن
(۴) فضائل سید المرسلین
(۵) فضیلتِ علم وحکمت
(۶) فوائدِ شریفیہ
(۷) تصوف کیا ہے؟
(۸) فضیلتِ تقویٰ
(۹) کیا ذکرِ جہری حرام یا مکروہ ہے؟
(۱۰) راہِ عمل (عربی)
(۱۱) راہِ عمل (اردو)
(۱۲) کتاب النکاح (عربی)
(۱۳) راہِ عمل (انگلش)
(۱۴) خیر الکلام فی مسئلۃ القیام
(۱۵) ایمان اور اسکے تقاضے
(۱۶) خطباتِ سیف اللہ (۲ جلدیں)
(۱۷) ایمان کے باغات (۳ جلدیں)
(۱۸) مکاتیب حضرت شیخ محمد زکریا صاحبؒ
(۱۹) عمامہ کی عظمت وافادیت
(۲۰) اللہ کے راستے
(۲۱) ذکر اللہ کی عظمت واہمیت
(۲۲) امت کے لئے چھ اہم اصول (مکمل ومدلل)
(۲۳) مکتوبات فقیہ الامت (حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ)
(۲۴) سیر اعلام از بکستان (عربی)

غیر مطبوعہ

(۲۵) فضائل دعوت وتبلیغ
(۲۶) جامع ترمذی کی شرح
(۲۷) جبال علم وعمل
(۲۸) قبائح تکبر، محاسن تواضع
(۲۹) الایمان ومتطلباتہ (عربی)
(۳۰) تحفۃ المسافرین
(۳۱) قرآن کریم کی سورتوں کا خلاصہ

ناشر مکتبۂ شریفیہ گنگوہ

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، سہارنپور یوپی

Postal Regd. No. RNP/SHN/035/2023-25

R.N.I. No. UP.Urd/2023/69490

Date of Dispatch: 5th of every month

Vol. 08 --- Issue : 04-05

APR-MAY 2026



SCAN & PAY

(Urdu Monthly)

MAHNAMA SADA-E-HAQ, GANGOH

JAMIA ASHRAFUL ULOOM RASHEEDI, GANGOH

Distt. Saharanpur (U.P.) India, Pin : 247341, Mob. : 9012610084, 9457618191

Owned, Published & Printed by : MUFTI KHALID SAIFULLAH
Published at : Jamia Ashraful Uloom Rasheedi, Gangoh, Saharanpur-247341 (U.P.) INDIA
Printed at : Rajan Printers, H.No. 26, Near Namdev School, Radha Vihar Colony
Saharanpur-247001 (U.P.) INDIA, Editor : MUFTI KHALID SAIFULLAH

